ماہنامہ
آنکھ مچولی
کراچی
اس شمارے میں ایک
رنگین عید کارڈ
آنکھ مچولی کی جانب سے شامل ہے

کوئِس®

مصنوعات بنانے والے پیش کرتے ہیں

● **کوئِس مشروبات :**
مشروبِ کوئِس کے اضافے کے ساتھ اب
چھ مختلف مزیدار ذائقے ۔
مشروبِ کوئِس ، آئسکریم ، اناس ، سنترہ ،
ومیٹو اور لیمن ۔

● **کوئِس اچار :**
مینگو اور مکس ۔ لذیذ ، چٹ پٹے ، مزیدار ۔

● **کوئِس فیرنی مِکس :**
زعفرانی اور سادہ ۔
ایک لیٹر ابلتے ہوئے دودھ میں ایک پیکٹ
فیرنی مِکس ملا کر پانچ منٹ سے دس منٹ
تک پکائیں ۔ فیرنی تیار ۔

● **کوئِس کسٹرڈ پاؤڈر :**
تین مزیدار ذائقے ۔ آپکے ذوق کے عین مطابق

انڈس فروٹ جوس کمپنی

پوسٹ بکس 8026 ، کراچی ۔29 ، پاکستان ۔ فون : 440361-438869

QS-1/87

آنکھ مچولی

جلد نمبر ۱ ۰ شمارہ نمبر ۱۱

مئی ۱۹۸۷ء ـــ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

قیمت: ۵ روپے

زرِ سالانہ مع خصوصی شمارے

بذریعہ رجسٹری: ۹۰ روپے

ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی قرآن و احادیث پر مبنی تحریروں کے علاوہ دیگر کہانیوں کے کردار و واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا۔

آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ پیشگی اجازت کے بغیر کوئی تحریر شائع نہیں کی جا سکتی۔

سرپرست — ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مُدیر اعلیٰ — ظفر محمود شیخ

مُدیر مسئول — تجمل حسین چشتی

مُدیرانِ اعزازی — امجد اسلام امجد، محمد سلیم مغل

مُدیر مُعاون — محمد اعظم منہاس

قانونی مشیر (اعزازی) — خواجہ عدیل احمد (ایڈووکیٹ)

ناظم اشتہارات — طارق ظفر برنی

کیلی گرافی — رئیس الحسن

گرین گائیڈ اکیڈمی

ادارۂ اشاعت برائے

تعلیم و تعمیرِ سیرتِ اطفال

زیرِ سرپرستی

(ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن)

ناشر: ظفر محمود شیخ — طابع: زاہد علی

مطبع

ادیب پرنٹنگ پریس

ایم اے جناح روڈ، کراچی

برائے خط و کتابت و مقامِ اشاعت

گرین گائیڈ اکیڈمی

۱۱۲- ڈی نورس روڈ

سائٹ، کراچی

حسنِ ترتیب

حمد — حفیظ الرحمٰن احسن — ۷
بڑے لوگ بڑی باتیں (منتخب اقوال) — ۸
ڈاک ڈاک کس کی ڈاک "خطوں کے جواب" — ۹
اس مہینے کا نام کیسے پڑا؟ حمیرا لطیف — ۱۳
آگ کے پھول "قرآنی کہانی" — ۱۵
روزہ رکھ لیتے تو ... نظم "نفیس فریدی" — ۱۹
کوشش (بیرونی ادب سے) ترجمہ رفعت ہمایوں — ۲۰
سب سے بڑا اعزاز (اسکاوٹ کہانی) غازی مختار — ۲۷
اسکاؤٹنگ۔ نظم "محمد امان خان دل" — ۳۴
آزادی کا رکھوالا۔ محمد جاوید خالد — ۳۷
آیئے بنیں آرٹسٹ (ادارہ) — ۴۱
اچھی بچی گرل گائیڈز کی کہانی — ۴۳
طلسمی آئینے کا موجد محمد سلیم مغل — ۴۷
پکنک (حق اسکواڈ) اخلاق احمد — ۵۳
محنت (نظم) سلیمہ کوثر — ۶۳
انکل آئی کیو روبوٹ "سوال و جواب" — ۶۵
بچے کتنے اچھے آنکھ مچولی البم — ۶۸
رات اسمٰعیل میرٹھی — ۷۱
اسکاؤٹنگ کے کھیل (ادارہ) — ۷۳
اگر آپ کو اغوا کر لیا جائے۔ ذہنی ورزش "نعیم بلوچ" — ۷۷
زندہ پھول (اسکاوٹ کہانی) مصطفٰی چاند — ۸۱
گرل گائیڈز نیّر سلوم — ۹۳
نیکیوں کا موسم بہار محمد اعظم منہاس — ۹۵
اسکاؤٹنگ ایک بامقصد مشغلہ عقیل عباس جعفری — ۹۷
دائرہ معلومات ام رباب جعفری — ۱۰۹
لذیذ دار لطیفے (منتخب لطائف) — ۱۱۴
تعاقب (روہی بھیس بدلتا ہے) عظیم سعود — ۱۱۷
ننھے ہاتھ نئی تحریریں (بچوں کا سیکشن) — ۱۲۵
آؤ ملائیں ہاتھ (قلمی دوستی) — ۱۳۳
ایک صفحہ امی ابو کے لئے (ادارہ) — ۱۳۴

۱۵۰ روپے / ۹ امریکی ڈالرز — متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن،

۲۰۰ روپے / ۱۲ امریکی ڈالرز — بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، ناروے، فرانس، بلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی،

۲۰۰ روپے / ۱۸ امریکی ڈالرز — ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا

بات چیت

ساتھیو۔

اسکاؤٹ اسپیشل حاضر ہے، دیکھئے پڑھیئے اور بتایئے کیسا لگا یہ شمارہ آپ کو ہم نے اس بات کا اہتمام بھی کیا ہے کہ یہ شمارہ صرف طلبا ہی کا نہ ہو کر رہ جائے بلکہ ننھی طالبات بھی اسے اپنا سمجھیں۔۔ اسی لئے ہم نے اس شمارے میں گرل گائیڈز کے موضوع پر بھی تحریریں شامل کی ہیں۔۔ ہم نے کوشش تو کی ہے کہ اسکاؤٹنگ اور گرل گائیڈز کے موضوع پر نہ صرف آپ کو بنیادی معلومات فراہم کی جائیں بلکہ ایسی کہانیاں بھی پڑھوائی جائیں، جن کے مطالعے سے وہ جذبہ پروان چڑھے جوان مثبت تحریکوں کا مقصود ہے۔

اللہ کرے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور ہمارے ساتھی خدمت خلق اور اخوت و محبّت کے جذبے سے اپنے سیرت و کردار کی تعمیر کر سکیں۔ کسی بھی علمی موضوع پر بہت سے مواد کو یکجا کر کے کسی خاص نمبر کے تحت شائع کرنا اب تک تو صرف بڑوں کے رسائل کا شیوہ رہا تھا۔ لیکن آپ گواہ رہیئے کہ ہم نے پہلی بار آپ کے لئے کرکٹ اسپیشل اور اسکاؤٹ اسپیشل کی طرز پر ایسے خصوصی شماروں کا اہتمام کیا ہے، جو آپ کے پسندیدہ موضوعات پر ایک چھوٹا سا علمی خزانہ ہیں۔

اب یہ رسالہ، رسالہ نہیں رہا بلکہ حوالے کی ایک چھوٹی سی کتاب بن گئی ہے اسے آپ اپنے شیلف میں محفوظ کر لیجئے اور ہمیں مشورہ دیجئے کہ ہم آئندہ کن موضوعات پر آنکھ مچولی اسپیشل شائع کیا کریں۔۔ ہمیں آپ کے مشوروں کا انتظار رہے گا۔

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

اچھی بات

کسی نے حاتم طائی سے سوال کیا کہ آپ نے دنیا میں کسی کو اپنے آپ سے بھی زیادہ سخی پایا؟ حاتم نے جواب دیا ہاں ایک لکڑہارے کو ایک بار میں نے اپنے مہمانوں کے لئے چالیس اونٹ ذبح کئے۔ دعوتِ عام تھی جو آتا تھا پیٹ بھر کر جاتا تھا۔ اس دن میں کسی ضرورت سے جنگل کی طرف گیا تو وہاں ایک لکڑہارے کو دیکھا کہ خشک لکڑیاں اکٹھی کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا تو آج یہ مشقت کیوں اٹھا رہا ہے؟ حاتم کے گھر کیوں نہیں جاتا وہاں تجھے بہترین کھانا ملے گا۔ لکڑہارے نے میری بات سنی تو بے پروائی سے جواب دیا جو شخص اپنی محنت سے اپنی خوراک حاصل کر سکتا ہے۔ وہ حاتم طائی کا احسان کیوں اٹھائے۔

(حکایت سعدی)

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے۔۔ اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آجائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہا دیں۔

اَلحمد للہ

حفیظ الرحمٰن احسن

تیری زباں پر ــــ اَلحمد للہ
میری زباں پر ــــ اَلحمد للہ
تعریف ساری ــ اُس کے لئے ہے
ساری بڑائی ــ اُس کے لئے ہے
اَلحمد للہ
اَلحمد للہ

تعریف اس کی
جس نے ہمیں یہ
توفیق بخشی
کہتے رہیں یہ ــــ اَلحمد للہ
اَلحمد للہ

تیری زبان پر ــ میری زباں پر
سب کی زباں پر ــ رہتا ہے دن بھر
اَلحمد للہ اَلحمد للہ

بڑے لوگ بڑی باتیں

- شک کرنا گناہ ہے ۔ (قرآن حکیم)
- خدا کی خوشنودی ، والدین کی خوشنودی میں ہے اور خدا کا غضب والدین کے غضب میں ہے (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ وعلیہ وسلم)
- ذلت اٹھانے سے بہتر ہے کہ تکلیف اٹھاؤ ۔ (حضرت علیؓ)
- محنتی کا ہاتھ اسے کبھی نہ کبھی دولت مند بنا دیتا ہے (حضرت سلیمان علیہ اسلام)
- دل کی سب سے بڑی بیماری حسد ہے ۔ (امام غزالیؒ)
- آپ اپنی صلاحیتوں کے مطابق خود فیصلہ کریں کہ آپ کو کون سی راہ منتخب کرنی ہے ۔ لیکن یہ فیصلہ اس طرح کریں کہ آپ کی تعلیم میں حرج واقع نہ ہو ۔ (قائداعظم محمد علی جناحؒ)
- جدوجہد میں ہی زندگی کا راز مضمر ہے ۔ (علامہ اقبالؒ)

اگر میری نظر دور تک گئی ہے تو محض اس وجہ سے ہے کہ میں نے بزرگوں کے کاندھوں پر کھڑے ہو کر دیکھا ہے

(سر آئزک نیوٹن)

- جو شخص دوسروں کے تجربات اور واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتا دوسرے اس کے تجربات اور واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں ۔ (بطلیموس)
- ہر آدمی کی اہمیت ہے اور کبھی نہ کبھی اس کی ضرورت پڑتی ہی ہے لیکن کوئی آدمی ناگزیر نہیں ہوتا ۔ (ایمرسن)
- بہت سی باتوں سے متعلق آدھی معلومات رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ کسی بات سے متعلق معلومات ہی نہ ہوں ۔ (نطشے)
- دس منٹ پہلے پہنچ جانا ایک منٹ دیر سے پہنچنے سے زیادہ بہتر ہے (شیکسپئر)

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

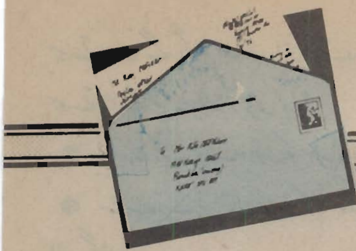

● ہر ماہ نیا شمارہ بہار ساتھ لاتا ہے مگر جب اپنا نام نہیں ہوتا تو خزاں چھا جاتی ہے (منیر احمد فاضل لاہور)
و اس بار بھی ہمیں نظر انداز کیا گیا تو آنکھ مچولی "پڑھنا بند (نعیم حاجی اقبال کھارادر، کراچی) و خدا کرے آپ کی ردّی کی ٹوکری کا ہاضمہ خراب ہو جائے تب شائد ہمارا نام آئے (زاہدہ سومرو حیدر آباد) و آپ کو وہی خط اچھے لگتے ہیں جن میں آپ کی تعریف ہو (نوید مصطفےٰ کانجو، ٹھاروشاہ، نواب شاہ) و آخر ہمارا کیا قصور ہے خط کیوں نہیں شائع کرتے (اگل شیر علی بنگش باڑہ گیٹ پشاور) و چار سطروں کے خط آپ کو پسند آتے ہیں اور ہم تو بس ...... (عظمیٰ اسلام خیر پور آزاد کشمیر) و یہ ڈاک ڈاک سب کی تو ہو سکتی ہے لیکن میری نہیں ..... افسوس (محمد شاہد فیروز گوجرانوالہ) و ہاتھ گھس جائیں پین ختم ہو جائے ..... مگر خط شائع نہیں ہو گا۔ (سہیل صدیق نعمانیہ روڈ گجرانوالہ) و دو خط بھیجے جواب نہیں ملا، وجہ بتائیں (وقار وقار احمد تربیلوی ۔ تربیلہ ٹاؤن شپ)

○ اچھے بھائیو اور بہنو غصے میں بھنائے ہوئے آپ کے خطوط پڑھے اور بس پڑھتے ہی رہ گئے۔ آپ سب کے مشورے اپنی جگہ بجا مگر ہم بھی کیا کریں ہماری جگہ لمحے بھر کو آپ لے لیجئے اور پھر مُدیر بن کر فیصلہ کیجئے کہ آپ کو ایک ہزار سے زائد خطوط ہر ماہ ملتے ہیں ہر خط محبّت کی خوشبو میں رچا بسا ہوا ہے ہر خط لکھنے والا اپنے خط کے جواب کا متقاضی ہے۔ ایسے میں آپ کیا کریں گے؟ ہماری مشکل کو ابراہیم گوٹھ ملیر کراچی کے ساتھی محمد اعظم بلوچ نے سمجھ لیا اور ہمیں لکھا ہے کہ "اگر آپ میرے خط کا جواب نہیں دیں گے تو میں ناراض نہیں ہوں گا کیونکہ مجھے احساس ہے کہ آپ کے پاس ہزاروں خطوط آتے ہیں اور سب کا جواب دینا ممکن نہیں" امید ہے آپ لوگ غصہ تھوک چکے ہوں گے۔ اور دھمکیاں دینے کے بجائے اپنے رسالے سے دوبارہ دوستی کر لیں گے اس لئے کہ رسالے کا مقصد صرف نام شائع کرنا ہی تو نہیں بلکہ آپ تک اچھی اچھی باتیں پہنچانا بھی ہے۔ تو پھر غصّہ تھوک دیا نہ آپ نے؟

● خود ہی کہتے ہیں پرانے لطیفے نہ بھیجو، خود ہی شائع کر دیتے ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی؟ (انیلا تسلیم نواں شہر ملتان)

○ انیلا لطائف کا سیکشن ساتھیوں کے خطوط ہی سے ترتیب پاتا ہے ہمارے ساتھی اگر اچھے لطائف نہ بھیجیں تو ہم کیا کریں۔ آپ اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ جو لطائف ہم شائع کرتے ہیں وہ نہ شائع ہونے والے لطیفوں کا دس فیصد

ہوتے ہوں گے۔ اگر ہم لطائف اپنی طرف سے شائع کریں تب بھی یہ شکوہ ہوتا ہے کہ ہمارے لطیفے شائع نہیں ہوتے بتائیے ہم نے غلط تو نہیں کہا؟

● سنا ہے آپ پنجاب والوں کو جواب نہیں دیتے (شاہد ناصر رانا کمالیہ پنجاب)

● سنا ہے آپ بلوچستان والوں کو پاکستانی نہیں سمجھتے تبھی تو ہمارے خط کا جواب نہیں دیتے (رامیز رفیق زاہد۔ گوادر)

○ بہت اچھے ساتھیو..... آپ کے خط نے ہمیں رنجیدہ کر دیا..... ایسی باتیں آپ کو کون بتاتا ہے..... خط کا جواب نہ دینے پر اسے علاقے یا زبان کا مسئلہ بنانا کہاں کا انصاف ہے؟ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اس چمن کی اصل خوبصورتی ہی وہ چار رنگ ہیں جو صوبوں کی صورت میں باہم ملتے ہیں تو ایک حسین گلدستہ بن جاتے ہیں اسی گلدستے کا نام پاکستان ہے..... آپ کے معصوم ذہنوں میں یہ معصوم باتیں نہیں آنی چاہیں...... آپ یقین رکھیں کہ خط کا جواب نہ دینا کوئی انتظامی مجبوری یا کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ وطن کے چپے چپے سے مختلف تناسب کے ساتھ ہمیں خطوط موصول ہوتے ہیں جس جگہ سے زیادہ خط آتے ہیں، فطری طور پر انہی کے جوابات بھی زیادہ دیئے جاتے ہیں آپ آئندہ اس انداز سے نہ سوچئے، بلکہ جو اس طرح سوچتے ہیں انہیں بھی سمجھایئے اور وطن عزیز کی سلامتی کے لیے ہر وقت اچھی اچھی دعائیں مانگا کیجئے۔

● انکل انکل..... میں اپنی کلاس میں دوسرے نمبر پر آیا ہوں (محمد فیصل ٹنڈوالہ یار)

○ آپ کو بہت بہت مبارک خدا کرے آپ آئندہ سال اول آئیں مگر یاد رہے انعام اسی کو ملے گا جو اپنے اسکول کا تصدیقی خط بھجوائے گا۔

● دائرہ معلومات میں پہلے آپ پہلے سوال کا اشارہ دے دیا کرتے تھے اب نہیں دیتے کیوں آخر۔؟ (نجیب الدین محمد، پشاور یونیورسٹی کیمپس)

○ بھائی نجیب.... کچھ عرصے تک یہ اشارہ اس لیئے دیا کرتے تھے تاکہ آپ اس نئے طریقے سے واقف ہو جائیں۔ اب تو آپ واقف ہو گئے ہوں گے۔ اب اشارے کی کیا ضرورت؟

● پہلی بار شریک ہو رہی ہوں..... خوش آمدید تو کہیئے...... میں باقاعدہ کارکن بننا چاہتی ہوں۔ (افشیں الٰہی، میرپور خاص)

○ افشیں بہن، خوش آمدید.. جی آیاں نوں..... بھلی کری آیا.... وش آتکے..... ہر کلہ راشہ، ویلکم، اھلاً وسہلاً کہیئے اب آپ خوش ہیں..... آپ کارکن بننا چاہتی ہیں تو سنیئے..... خوب دل لگا کر پڑھیئے۔ بڑوں کی خدمت

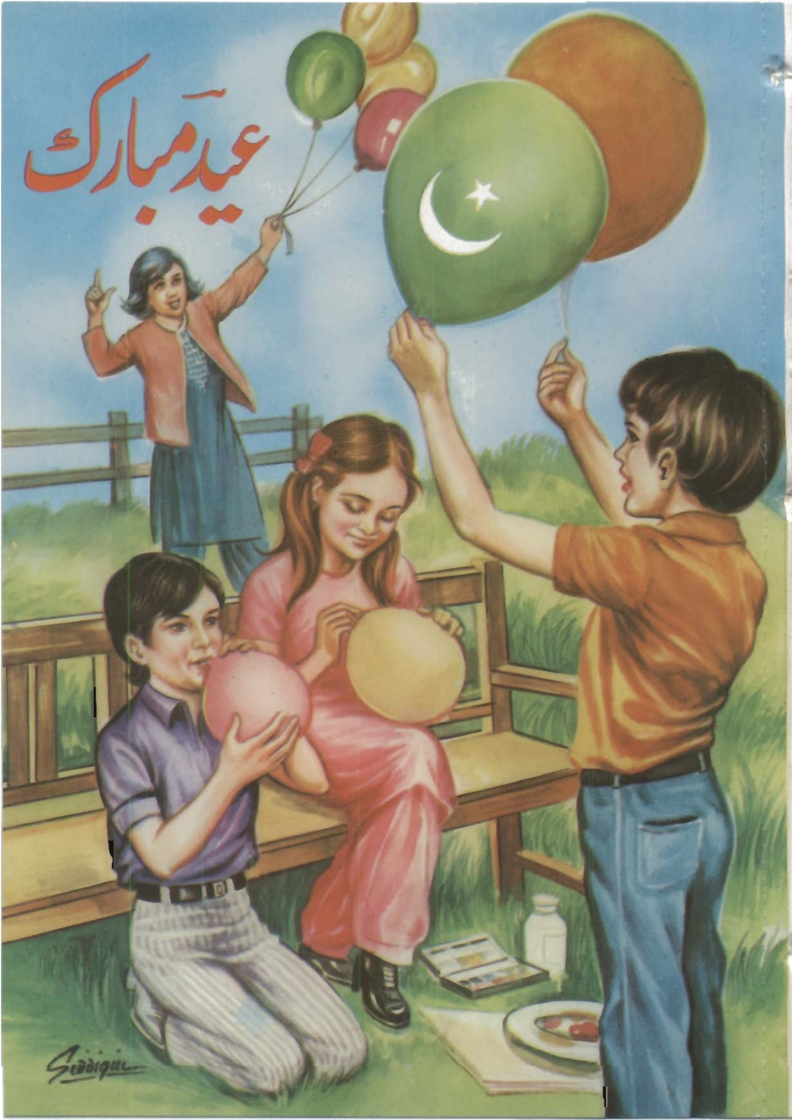
عید مبارک
Siddiqui

عید۔ جشنِ نزولِ قرآن بھی ہے اور روزہ داروں کیلئے اجر و ثواب کا پیغام بھی

عیدالفطر عیدِ آزادی بھی ہے

آیئے آج کے دِن اچھا مسلمان اور پاکستان کا اچھا شہری بننے کا عہد کریں۔

آپ کو اور آپ کے اہلِ خانہ کو

عید مبارک

ماہنامہ آنکھ مچولی گرین گائیڈ اکیڈمی
D,112 سائیٹ کراچی نمبر ۱۶

POST CARD

کیجئے..... وطن کی خدمت کا عزم کیجئے..... اور اپنا پیارا رسالہ پڑھتی رہیئے بس یہ سب کچھ کر لیا تو آپ بن گیئں ہماری کارکن..... کہیئے کارکن بننے کے لیے یہ شرائط مشکل تو نہیں ۔

● جناب مدیر ارباب جعفری کو سمجھائیں کہ سوال مشکل نہ کرے (مولا بخش بلوچ ، ملیر گوٹھ کراچی)

○ "بھئی ارباب جعفری سمجھ جاؤ اور اتنے مشکل سوال نہ بنایا کرو " مولا بخش صاحب دیکھ لیجئے ہم نے سمجھا دیا ہے..... ویسے آپ کو بتا دوں یہ ارباب جعفری نہیں ہیں...... یہ اُمِ باب جعفری ہیں ۔

● مدیر صاحب ۔ زندہ باد

آنکھ مچولی دیکھ کر دوسرے رسالے تو بھول ہی گیا ۔ کیا اچھا ہو اگر آپ دو اور تین غلطی والے ساتھیوں کے نام بھی شائع کیا کریں ۔ (محمد اسماعیل راحت ، ٹنڈو کوٹ سندھ)

○ بھائی راحت آپ کے خط نے بڑی راحت دی..... اور یہ زندہ باد کس خوشی میں لکھ دیا..... کہیں ہمیں الیکشن لڑوانے کا پروگرام تو نہیں بنا لیا آپ نے ؟ ۔ آنکھ مچولی پسند کرنے کا شکریہ .....

دو تین غلطی والے ساتھیوں کے نام شائع تو کر دیں لیکن یہ بھی بتا دوں کہ منزل آسان ہو جائے تو جدوجہد کرنے کا عزم کمزور پڑ جاتا ہے ۔ سمجھ گئے نا ؟

○ مدیر صاحب ! آنکھ مچولی بہت پسند آیا ۔ اب تو اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا (سجاد احمد مختار جیل روڈ لاہور)

○ بھائی سجاد..... خط لکھنے کا شکریہ..... مگر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اسے چھوڑوں گا نہیں" تو اسے ہم دھمکی سمجھیں یا محبت ؟ کیونکہ اکثر لڑائی جھگڑوں کے موقع پر لڑنے والوں کی زبانی سنا ہے کہ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں ۔ اللہ کرے آپ کا اور ہمارا ساتھ کبھی نہ چھوٹے ۔ آمین ۔

افغانستان کی موجودہ صورتحال پر ماہنامہ آنکھ مچولی ایک خوبصورت اور مختصر ناول کا آغاز کر رہا ہے

جذبوں اور ولولوں کی تحریر "پاسبان" کے عنوان سے عنقریب شروع ہو رہی ہے ۔

ماہ آغاز ———— ؟

تحریر ———— ؟

تفصیلات آئندہ ماہ پڑھیئے

ملک بھر سے لاتعداد ساتھیوں کے خطوط موصول ہوئے ... اچھی اچھی تجاویز، بہترین مشورے اور تنقید و تبصرے ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، جن کی روشنی میں ہم آنکھ مچولی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم ان تمام ساتھیوں کے ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں خط لکھے ... فرداً فرداً تمام خطوط کے جوابات دینا ممکن نہیں ہے اس لیے ہم نے چند منتخب خطوط کے جواب دیے ہیں بقیہ نام "شکریہ" اور اس امید کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ ساتھیوں کا یہ قلمی تعاون ہمیں ہمیشہ حاصل رہے گا ——— (ادارہ)

و ریاض احمد سولنگی، کراچی
و انتظار مہدی، ڈیرہ اسمٰعیل خاں
و عامر نوید، فیصل پارک، سرگودھا
و سائرہ نثار، شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی
و محمد سعید عباس، بلیر توسیعی کالونی کراچی
و فاروق احمد، لنڈی کوتل، خیبر ایجنسی۔
و ظفر اقبال، ٹھارو شاہ، نواب شاہ
و عابدہ ناصر، منگوال غربی،
و محمد عاصم، کوٹری، سندھ
و اے۔ اے مون، گگھڑ منڈی
و ارشد الہدیٰ، منگھوپیر، کراچی
و محمد قمر الحسن، کندیاں
و کشور کمار، فاطمہ جناح روڈ کراچی
و محمد معروف، سکھر
و جاوید حیدر پٹھان، جیکب آباد
و سمینہ بلوچ، حیدر آباد
و سیدہ افشاں، نارتھ کراچی
و شوکت اکبر، بھریا روڈ، سکھر
و راحت صلاح الدین، منگھوپیر روڈ کراچی
و ہمایوں بشیر، راولپنڈی
و محمد آصف، نوکوٹ، سندھ
و محمد وسیم مغل، غریب آباد روڈ میرپور خاص
و محمد عادل منہاج، نیو کراچی،

و مرینہ مقصود، جیکب لائن کراچی
و محمد پرویز آرائیں، کوٹ عبدالمالک لاہور
و سید افتخار شاہ، مانسہرہ، ہزارہ
و ذکاء اللہ خان، بہاولپور روڈ ملتان
و فیضان عثمانی، لانڈھی، کراچی
و نعیم خان، کالاباغ، ضلع میانوالی۔
و اکرم سیال حیدر، ننکانہ صاحب۔
و پرنس اُداس، شام نگر، لاہور
و صائمہ ولی، کورنگی، کراچی
و سعید السلام، پٹیل پاڑہ، کراچی
و شہزاد سعید، عزیب آباد، کراچی
و یامین یعقوب، کھارادر، کراچی
و امجد علی شاہ، ظاہر پیر
و مصطفیٰ حبیب مرغائی، راجن پور
و طارق عمران، پبلک اسکول جیکب آباد
و لیلیٰ، اسلام پورہ، لاہور
و حسن مہدی خراسانی، انچولی، کراچی
و ظفر عباس، کینٹ بازار، کراچی
و محمد ارشد قریشی، ٹنڈو جام۔
و محمد آصف بھٹی، ڈیرہ اسماعیل خان
و افتخار الحسن پھالیہ گجرات
و پرکاش کمار، شہداد کوٹ
و احتشام احمد، اسلام آباد، گوجرانوالہ

و فوزیہ مقصود اشرف، دھوبی محلہ ساہیوال
و نجمہ فرحت، امرپورہ، راولپنڈی۔
و رفیق علی گوہر، فیصل آباد
و عطاء المصطفیٰ، نظامانی محلہ، سانگھڑ
و محمد علی صابر، پان ہاؤس، گوادر
و بشیر احمد، لاوہ، ضلع چکوال
و عبدالباسط، کورنگی، کراچی
و نادیہ بتول، باغبانپورہ، لاہور
و نفیسہ انجم، ٹنڈو الہ یار، سندھ
و اختر حسین، پٹیل پاڑہ، کراچی
و منور خان، کنزی، تھرپارکر
و طاہر صادق، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور
و حیدر مصطفیٰ رضوی، لاہور۔
و محمد وسیم اشرف، میاں چنوں
و شفیق احمد پٹھان، جیکب آباد
و حنیف شاہین، لورالائی، بلوچستان،
و مہرین فاطمہ گوہر، نارتھ ناظم آباد کراچی
و طاہرہ نوشاد، ملتان کینٹ
و ذوالفقار اخوند، لطیف آباد، حیدر آباد
و شمس الدین، مقام نامعلوم
و طارق احسان، لیاقت آباد، کراچی
و عارف الرحمٰن، میٹھا خیل۔
و شبانہ عندلیب، ڈیرہ اسماعیل خان

حمیرا لطیف

مَئی

سال کا پانچواں مہینہ

اس مہینے کا نام کیسے پڑا؟

مئی کے کیا معنیٰ ہیں قدیم روم کے بت پرستوں کی ایک دیوی کا نام مائیا تھا وہ کچھ زیادہ مشہور نہیں تھی لیکن بت پرستوں کی کہانی کے مطابق مائیا کا باپ مشہور تھا۔ اس کا نام اٹلس تھا۔ جو دنیا کے بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔ مائیا کا بیٹا ہرمس بھی مشہور ہے۔ اسی دیوی مائیا کے نام سے مئی کا مہینہ مقرر ہوا۔

پرانے زمانے میں انگلینڈ میں یکم مئی کو ایک جشن منایا جاتا تھا۔ اس جشن میں مئی کی ملکہ کی تاج پوشی ہوئی تھی اور لوگ ایک زمین میں گڑے ہوئے ایک کھمبے کے اطراف ناچتے تھے۔

کیا آپ کی پوزیشن آئی ہے؟

مبارک ہو آپ پاس ہو گئے.. پاس کیوں نہ ہوتے، محنت جو کی تھی۔ جن ساتھیوں نے بہت زیادہ محنت کی وہ نہ صرف پاس ہوئے بلکہ ان کی پوزیشن بھی آئی۔

کہیں آپ ہی وہ خوش نصیب تو نہیں ؟

اگر آپ کی پہلی دوسری یا تیسری پوزیشن آئی ہے تو ہمیں فوراً خط لکھیں ہم آپ کو ایک خوبصورت سا انعام بھجوائیں گے۔

- خط کے ساتھ اسکول کے پرنسپل ہیڈ ماسٹر یا ہیڈ مسٹریس کا تصدیقی خط آنا ضروری ہے۔
- چوتھی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک کے طلباء و طالبات انعام کے لئے خط لکھ سکتے ہیں۔
- خط بھجوانے کی آخری تاریخ ۱۵ مئی ۸۷ء ہے۔ خط اس پتے پر لکھیں۔

"پرائڈ آف پوزیشن" ماہنامہ آنکھ مچولی، گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی، اسائٹ کراچی ۱۹

کیا کہا

آنکھ مچولی سالنامہ آرہا ہے

جی ہاں آنکھ مچولی سالنامہ آرہا ہے

جولائی ۸۷ء میں ماہنامہ آنکھ مچولی سال کی گردش کا پہلا سنگ میل طے کر رہا ہے اس کامیاب اور خوشگوار سفر کی خوشی میں اپنے ہمسفروں کے لئے اپنے پڑھنے والوں کے لئے آنکھ مچولی.. مزے مزے کی دلچسپ تحریروں سے سج دھج کر آرہا ہے.. مگر کب جولائی ۸۷ء یا اگست ۸۷ء آئندہ ماہ تفصیلات پڑھیئے اور تیار رہیئے اس کے استقبال کے لئے سالنامہ کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے ہمیں آپ کی تجاویز اور مشوروں کا انتظار رہے گا۔

(ادارہ آنکھ مچولی)

قرآنی کہانی

راہنما سے ماخوذ

آگ کے پھول

عید کا دِن تھا اور سارے لوگ عید کی خوشیوں میں مشغول تھے۔ علاقے کے دستور کے مطابق سب لوگ جمع ہو کر میلے وغیرہ میں جایا کرتے تھے۔ شہر تقریباً خالی ہو جایا کرتا تھا جیسے ہمارے ہاں لوگ عید کے دن تیار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے عیدگاہ جا کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اِسی طرح اِس بستی کے لوگ خوشیاں منانے میلوں میں جایا کرتے تھے کیونکہ وہ خدا کو پہچانتے ہی نہیں تھے۔ اس دن بھی ایسا ہی ہوا، سب لوگ جانے لگے تو آذر بھی میلے میں جانے کے لئے تیار ہوا۔ اپنے بیٹے کو ساتھ چلنے کے لئے کہا لیکن بیٹے نے یہ کہہ کر جانے سے اِنکار کر دیا کہ آج اُس کی طبیعت کچھ خراب ہے اِس کا جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ چنانچہ آذر اپنے بیٹے کو چھوڑ کر خود خوشیاں منانے والوں کے ساتھ چلا گیا۔ شہر تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ اِس شہر میں سب سے بڑا مندر تھا اِس مندر میں بہت سارے پتھر کے بُت تھے۔ ان سب کے درمیان ایک بہت بڑا بُت رکھا تھا —— اِس بستی کے لوگ اِتنے جاہل تھے کہ وہ اِن مٹّی اور بے جان پتھّروں کی مُورتیوں کو اپنا خُدا مانتے تھے ان کی پوجا کرتے تھے۔ ہر چیز کا خدا الگ بنا رکھا تھا۔ کوئی بارش برسانے والا تھا کوئی گرمی سردی دینے والا۔ کوئی موت دینے والا تھا۔ غرض وہ ایک خدا کو چھوڑ کر سینکڑوں خداؤں کی پُوجا پاٹ کرتے تھے۔ آذر کے بیٹے نے ایک بڑی سی کلہاڑی لی اور خاموشی سے مندر میں داخل ہو گیا۔ مٹّی کے خداؤں کی خوب پٹائی کی۔ کسی کی ناک کاٹی، کسی کا ہاتھ توڑا، کسی کی گردن اُڑا دی، کسی کو زمین پر گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور چلتے وقت کلہاڑی سب سے بڑے بُت کے کاندھے پر رکھ دی اور مندر کے پچھلے دروازے سے نکل کر اپنے گھر پہنچ گیا اب جب سارے لوگ میلے سے واپس لوٹے اور مندر گئے

تو عجیب حال دیکھا۔ سب بہت پریشان ہوئے سب نے بادشاہ کے دربار میں جا کر شکایت کی کہ مندر میں ہمارے بتوں کو کسی نے نقصان پہنچایا ہے۔ بادشاہ نے غصے سے کہا وہ کون ہو سکتا ہے۔ ایک مشیر نے کہا حضور اِس بستی میں آذر نامی ایک شخص رہتا ہے۔ اِس کا نوجوان بیٹا ہمارے خداؤں کی مخالفت کرتا ہے یہ کام اُسی کا ہوگا۔ بادشاہ نے غصے میں لال پیلے ہوتے ہوئے کہا اُسے گرفتار کر کے لے آؤ۔

بادشاہ بہت ظالم تھا۔ اور مزے کی بات یہ کہ وہ خود بھی یہ سمجھتا تھا کہ وہ بھی خدائی طاقت رکھتا ہے چنانچہ بادشاہ کے آدمی اِس نوجوان کو گرفتار کر کے لے آئے بادشاہ نے نوجوان سے پوچھا تم نے ہمارے خداؤں کی توہین کی ہے۔ نوجوان خاموش رہا۔ بادشاہ نے چلّا کر کہا بتاؤ بتوں کو کس نے توڑا ہے؟ — نوجوان نے بڑے اطمینان سے کہا "ان میں سے بڑے نے یہ کیا ہے بس اگر یہ (تمہارے دیوتا) بولتے ہوں تو ان سے دریافت کر لو۔" سارا مجمع سکتے میں آگیا۔ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے بادشاہ نے کہا تمہیں معلوم ہے یہ بول نہیں سکتے پھر کیسے بتائیں گے کہ کس نے توڑا ہے نوجوان نے بھرے مجمع میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اے بادشاہ! جب یہ بول نہیں سکتے سن نہیں سکتے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو پھر خدا کیسے ہو سکتے ہیں! خدا تو یہ سب کام کر سکتا ہے مار سکتا ہے، زندہ کر سکتا ہے، وہی میرا اور تم سب کا پیدا کرنے والا ہے، یہ بت سب فریب اور دھوکہ ہیں ایک لمحے کے لئے پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا، بادشاہ نے دل میں سوچا کہ نوجوان بات تو بالکل صحیح کہہ رہا ہے اِس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اسے بہت غصہ آیا کیونکہ دربار میں اس کی بے عزتی ہوئی تھی اُس نے چلّا کر جلّاد کو بلایا اور کہا کہ اِس نوجوان کو زندہ جلا دیا جائے۔ جلّاد نوجوان کو گرفتار کر کے لے گیا، سینکڑوں آدمیوں نے مل کر ایک بہت بڑا گڑھا کھودا اور اِسمیں لاکھوں من لکڑیاں ڈال کر آگ لگا دی گئی۔ سارا دن اور ساری رات آگ جلتی رہی جب سب لکڑیاں جل کر کوئلے بن گئیں اور وہ گڑھا سرخ انگاروں سے دہکنے لگا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے اِس الاؤ میں ڈال دو۔

اب سب پریشان تھے کہ آگ میں کیسے ڈالیں کیونکہ آگ کی تپش کا یہ حال تھا کہ اس

گڑھے سے سینکڑوں گز دُور بھی آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا سَب نے ترکیب سوچی کہ ایک گوپھن بنائی جائے (غُلیل کی قسم کی چیز جسے جنگ کے موقع پر پتھر پھینکنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا تاکہ پتھر دور تک جائے) اور اِس کے ذریعے نوجوان کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ سب نے اس تجویز سے اِتفاق کیا اور ایک بڑی سی گوپھن بنائی گئی اس میں اِس نوجوان کو بٹھایا گیا ــــــ لیکن یہ نوجوان قطعی خوف زدہ نہ تھا بلکہ مُسکراتا ہوا اس میں بیٹھ گیا۔ سب نے مل کر ایک جھٹکے کے ساتھ نوجوان کو آگ کے تپتے ہوئے گڑھے میں پھینک دیا اور سب خوشی خوشی لوٹنے لگے کہ اب تو نوجوان جل کر بھسم ہو چکا ہوگا۔ تین دن تک آگ بھڑکتی رہی تیسرے دِن جب بادشاہ اور اِس کے دربار نے آکر دیکھا تو حیرت سے اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ نوجوان ایک خوبصورت تخت پر بیٹھا ہے اور اِردگرد انگاروں کی بجائے پھُول پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ اس نوجوان کے خدا پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے یہ دیکھا کہ اس نوجوان کے ساتھ اِتنے لوگ شامل ہوگئے ہیں تو وہ ان کو سخت اَذِیّتیں دینے لگا آخر کار تنگ آکر یہ تمام لوگ فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے لیکن پھر بھی اس بادشاہ کو سُکون نہ آیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ اس نوجوان کے خدا سے جنگ کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ایک بہت بڑا مینار تیار کرایا کہ یہاں بیٹھ کر لڑائی کی جائے۔ لیکن خدا کو اُس کا یہ تکبّر توڑنا تھا۔ اس نے ایک معمولی سے جانور سے اس ظالم بادشاہ کو ٹھکانے لگوا دیا۔ ہوا یُوں کہ ایک مچھر بادشاہ کی ناک میں داخل ہوگیا اُس کے دماغ میں جاکر کاٹنے لگا بادشاہ اس تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مَر گیا۔

بچّو! وہ نوجوان اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیمؑ تھے اور یہ ظالم بادشاہ نمرود تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لئے آگ کو گلزار بنا دیا تھا۔ یہی آپ کا معجزہ تھا۔

اسکاؤٹ نصب العین۔

اسکاؤٹ تنظیم کا نصب العین (موٹو) (BE PREPARED) ہے جو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے متعیّن کیا تھا ۱۹۴۸ء میں پاکستان بوائے اسکاؤٹ ایسوسی ایشن نے اس موٹو کا اُردو ترجمہ "المستعد" کیا۔ لیکن دسمبر ۱۹۶۸ء میں ڈھاکہ میں اسکاؤٹ برادری کا نیا نشان منظور کیا گیا جس پر اُردو اور بنگلہ رسم الخط میں لفظ "تیار" لکھا تھا۔

پُر لطف پُر ذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہوئیسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST DROPS
delicious
cool
refreshing
450 GRAMS
TIFF ENTERPRISES FAISALABAD
HOEST

روزہ رکھ لیتے تو ہوتے نہ گنہگاروں میں

نفیس فریدی

چائے ملتی ہے نہ سگریٹ، کہیں اِن کو پیارے
پان و پانی کے لئے پھرتے ہیں مارے مارے
بھوک کے مارے نظر آتے ہیں دِن میں تارے
مُنہ بسُورے ہوئے پھرتے ہیں یہ بازاروں میں
روزہ رکھ لیتے تو ہوتے نہ گناہ گاروں میں

کچھ میسّر نہیں کھانے کو، ہیں گھبرائے ہوئے
جو بھی بے روزہ ہیں، جھینپے ہوئے شرمائے ہوئے
ماہِ رمضان میں یہ خود سے ہیں اُکتائے ہوئے
کوئی ہوٹل ہے نہ دُکان ہے گلیاروں میں
روزہ رکھ لیتے تو ہوتے نہ گناہ گاروں میں

کوئی کرتا ہے بہانہ کسی بیماری کا
اُس کو سحری کا گلہ ہے اِسے افطاری کا
یہ سبب بنتے ہیں لوگوں کی دل آزاری کا
اور دن بھر نظر آتے ہیں خریداروں میں
روزہ رکھ لیتے تو ہوتے نہ گناہ گاروں میں

بیرونی ادب سے

ترجمہ : رفعت ھمایوں

کوشش

آنٹی ٹیبیتھا (TABITHA) بہت بدمزاج خاتون تھیں۔

جب بھی اُن کی بھانجیاں اُن کے ہاں رہنے کے لئے آتیں تو ہر کام بہت احتیاط سے کرتیں، اٹھتے بیٹھنے کے آداب کا خیال رکھتیں۔ وہ کہتیں۔ "براہ مہربانی!" "شکریہ!" ... "نوازش آپ کی!" وغیرہ وغیرہ۔ وہ ہمیشہ اپنی خالہ کے لئے دروازہ کھولتیں اور جوں ہی وہ صوفے پر بیٹھتیں فوراً پاؤں رکھنے کے لئے اسٹول سامنے رکھ دیتیں۔ مگر پھر بھی انہیں مستقل غصہ آتا رہتا۔

آج کل فلس اور جین اُن کے ہاں رہنے آئی ہوئی تھیں۔ وہ معصوم بچیاں اپنی خالہ کے اس رویئے سے بہت خوفزدہ تھیں۔ وہ بہت کوشش کرتیں کہ ہر کام ٹھیک ٹھیک کریں۔ مگر فلس بہت شور مچانے والی بچی تھی۔ وہ ہمیشہ دروازہ زور سے بند کرتی تھی جس سے خالہ ٹیبیتھا پریشان ہو جاتیں اور پھر انہیں غصہ آجاتا تھا۔

اور جین بے چاری اکثر صاف ستھرے دسترخوان پر چائے گرا دیتی جس سے خالہ اور پریشان ہو جاتیں پہلی ہی رات کو جب دونوں سونے کے لئے اپنے کمرے میں گئیں تو بہت اُداس تھیں۔

فلس نے کہا۔ "میرے خیال میں خالہ ٹیبیتھا روزانہ اسی طرح غصہ کریں گی جیسا کہ انہوں نے آج ہمیں ڈانٹا ہے۔"

جین :۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو میں واپس گھر چلی جاؤں گی۔ وہ مجھے بالکل اچھی نہیں لگتیں پتہ نہیں امی ہمیں چھٹیوں میں یہاں کیوں بھیج دیتی ہیں، تمہیں پتہ ہے ....

فلس :۔ (بات کاٹ کر) اچھا .... اچھا اس وقت تو سوجاؤ کل دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ دروازہ بالکل آہستہ بند کروں۔ یوں .. جیسے آنکھیں بند کرتے ہیں ... اور پھر دونوں کو نیند آگئی۔

دوسرے دن اُس نے دروازہ نہیں بجایا مگر وہ پائیدان سے پاؤں صاف کرنا بھول گئی اور بڑے کمرے کے ہلکے نیلے قالین پر کیچڑ کے منّے منّے جوتے بن گئے۔ خالہ ٹیبیتھا نے جب قالین کی یہ حالت دیکھی تو غصّے سے پاگل ہوگئیں۔

خالہ:۔ جاؤ اور ابھی جاکر کوڑے دان اور برش لے کر آؤ (دکھانتے ہوئے) اور ... اور یہ ساری کیچڑ ابھی اور اسی وقت صاف کرو۔ جاؤ اس سے پہلے کہ یہ مٹّی سُوکھ جائے چلو یہاں سے...

اُن کے غصّے سے ڈر کر جین پیچھے مُڑی اور ایک چھوٹی سی میز سے ٹکرا گئی۔ اور ایک شیشے کا گلاس گر کر ٹوٹ گیا۔ اب تو خالہ ٹیبیتھا کے غصّے کا حال نہ پوچھو وہ حلق کے بل چلائیں۔

خالہ:۔ اگر تم نے پھر کوئی اُلٹی سیدھی حرکت کی تو میں تمہیں زبردستی اوپر سونے کے کمرے میں بھیج دوں گی اور دروازہ بند کردوں گی سمجھیں؟

بے چاری فلس اور جین .... یہ واقعی اُن کے لئے دُنیا کا مشکل ترین کام تھا کہ وہ ایک ایسی عورت کے لئے مُسکرائیں اور اُسے خوش کرنے کی کوشش کریں جو اُن پر بُری طرح غُرّا رہی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھیں کہ اُن کی خالہ بوڑھی ہیں اور اُن کی امّی نے آنے سے پہلے بتایا تھا کہ بوڑھے لوگوں میں اتنا صبر اور تحمّل نہیں ہوتا جیسا کہ ہم میں تم میں ہوتا ہے۔ فلس نے خوفزدہ چڑیا کی طرح دُبکی ہوئی جین سے کہا۔

فلس :- وہ بہت اچھے دل کی مالک ہیں   تم نے دیکھا تھا کل جس وقت وہ مسکرا رہی تھیں تو کتنی پیاری لگ رہی تھیں۔ کاش! وہ ہمیشہ اِسی طرح مسکرائیں۔

جین :- میرے خیال میں تو ہمیں گھر سے بھاگ جانا چاہیئے۔ اگر ہم یہاں رہے تو یہ روز ہمیں سونے کے کمرے میں بھیج کر دروازہ بند کر دیا کریں گی۔ تمہیں تو پتہ ہے مجھے بند ہونے سے بہت ڈر لگتا ہے سُنو ہم اپنا سامان باندھ لیتے ہیں۔ اور دوپہر کو ہم چُپکے سے یہاں سے نکل جائیں گے۔ اور گھر جانے والی بس میں بیٹھ جائیں گے۔ کسی کو کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا"۔

اُسی وقت خالہ ٹبیتھا کی نوکرانی میری وہاں آگئی۔ وہ شکل سے ہی بُہت بیمار دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔

میری :- ایک مہربانی کرو گی تم دونوں؟ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کیا تم اپنی خالہ کے اُٹھنے کے بعد انہیں چائے دے دو گی۔ اگر میں تیار کر کے رکھ دوں تو؟

جین :- یقیناً ہمیں خوشی ہوگی کہ تمہارے کوئی کام آسکیں۔ سنو تم جا کر آرام کرو تم بہت بیمار لگ رہی ہو۔ ہم سب کام کرلیں گے۔

میری :- میں تمہاری خالہ کے سلائی والے کمرے کی صفائی کر رہی تھی وہ کام بھی ادھورا رہ گیا۔ لیکن میں کیا کروں میری طبیعت اتنی خراب ہوگئی کہ میں اُسے پورا نہیں کر سکی۔ میرے خیال میں باقی صفائی میں کل کرلوں گی" میری کے جانے کے بعد دونوں بچیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

جین :- ہم گھر نہیں جا سکتے یہ بہت ہی بڑی بات ہوگی۔ میرے خیال میں ہمیں رُکنا چاہیئے اور میری کی مدد کرنا چاہیئے۔

فلس :- کیا تمہارے خیال میں ہم خالہ کے سلائی والے کمرے کی صفائی اچھی طرح کر سکیں گے۔ خیر پھر بھی میرے خیال میں یہ زیادہ اچھی بات ہو گی کہ ہم میری کی مدد کریں ویسے بھی شاید خالہ اپنے کمرے کو اتنا اُلٹا پُلٹا دیکھ کر خوش نہیں ہوں گی۔ آؤ چلو ہم مل کر صفائی کریں۔

لہٰذا دونوں بہنوں نے جھاڑن اور جھاڑو اٹھائی اور سلائی کے کمرے کی صفائی میں جُت گئیں۔

خالہ ٹبیتھا کھانے کے کمرے میں ایک طرف آرام کرسی پر بیٹھی اُونگھ رہی تھیں انہیں نہیں پتہ تھا۔ کہ اس وقت دونوں بچیاں کیا کر رہی ہیں۔

پورا کمرہ اُلٹا پلٹا پڑا تھا۔ بچیوں نے پہلے کھڑکیاں اور پردے جھاڑے۔ پھر قالین صاف کیا۔ پھر کرسیاں

اور چھوٹی میز پر کپڑا پھیرا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ کرسیوں کے سارے کُشن باہر باغ میں لے جائیں اور اُن کی گرد جھاڑیں۔

جین :- میرے خیال میں تو اب تک تو سارا کام ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ لیکن دیکھو اس کرسی کی کی گدّی باہر آگئی ہے۔ کیوں نہ اسے باہر لے جا کر اچھی طرح صاف کریں۔

فلس۔ ہاں آؤ اسے نکالتے ہیں۔

کرسی کا کُشن جو کہ بہت قیمتی مخمل کا بنا ہوا تھا۔ ایک جھٹکے سے باہر آگیا۔ لڑکیاں اُسے باہر لے جانا چاہتی تھیں کہ جین کو کُرسی کے اندر کوئی چیز نظر آئی۔ اُس نے ہاتھ اندر ڈالا اور زور لگا کر اُسے باہر نکال لیا یہ ایک چمڑے کا چھوٹا سا تھیلا تھا۔ اُس نے اُسے کھولا اور خوشی سے چیخ پڑی۔

جین :- فلس! دیکھنا فلس یہ .... یہ تھیلا پورے کا پورا پیسوں سے بھرا ہوا ہے، دیکھو یہ پونڈز ہیں اور یہ شلنگ کے نوٹ، اُف خدایا! تمہارے خیال میں یہ کس کے پیسے ہوں گے۔

فلس :- مجھے نہیں پتہ۔ یوں کرتے ہیں چائے کی میز پر خالہ کو بتاتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں وہ کیا کہتی ہیں۔ میں انہیں اس وقت نہیں جگا سکتی ڈر لگتا ہے۔ آؤ چلو جلدی سے صفائی ختم کریں۔ اور چائے کے وقت تک اس کو کسی محفوظ جگہ پر چھپا دیتے ہیں۔

چائے کے وقت دونوں لڑکیوں نے بہت تمیز سے احتیاط احتیاط سے چائے ٹرالی سجائی۔ فلس نے چائے دَم کی اور گرم پانی کا جگ بھر لیا۔ ایک طرف کٹی ہوئی ڈبل روٹی رکھی۔ ایک طشتری میں مکھّن رکھا۔ جین نے ڈبّے سے کیک نکال کر پلیٹ میں خوبصورتی سے سجایا۔ اور پھر دونوں ٹرالی لے کر اندر کی طرف چلیں۔ خالہ ٹیبیتھا نے جب انہیں چائے کی ٹرالی کے ساتھ اندر داخل ہوتے دیکھا تو حیرت سے چیخ اٹھیں۔

خالہ :- اُف میرے خدایا! یہ میری کہاں ہے ؟

جین :- وہ ... خالہ ... اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے وہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کر رہی ہے۔ وہ آپ کے سلائی کے کمرے کی آدھی صفائی ہی کر سکی تھی کہ اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ لٰہذا خالہ ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اس کی مدد کریں۔ اور پورا کمرہ صاف کر دیں۔ ہم نے صفائی کرتے کرتے بڑی والی الماری کُرسی کی گدّی باہر نکالی کہ اُس کی گرد باہر جھاڑیں گے تو گدّی کے نیچے سے ہمیں یہ ملا۔

جین نے وہ چمڑے کا تھیلا اپنی خالہ کو پکڑا دیا۔ جسے دیکھتے ہی اُن کا چہرہ خوشی سے کھِل اُٹھا۔

خالہ :- اُف! یہ وہی ہے۔ میرے پیسوں کا گمشدہ تھیلا۔ ارے یہ دیکھو پورے چالیس پونڈ ہیں اور یہ دوسرے پیسے الگ۔ اُف کتنی خوشی کی بات ہے۔ پتہ ہے دو سال پہلے میں نے یہ تھیلا گم کر دیا تھا۔ اور میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو گئی تھی۔ بہت خوب بھئی بہت اچھا کام کیا تم دونوں نے۔

فلس :- اوہ خالہ ٹیبیتھا! ہم بھی بہت خوش ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ جب چیزیں گم ہو جائیں تو کتنا خراب لگتا ہے۔

جین :- اور کتنا مزا آتا ہے جب ہم دوبارہ اُسے پاتے ہیں۔

خالہ :- میرے خیال میں تم دونوں اچھی بچیاں کمرے کی صفائی کر رہی تھیں۔ ہاں! اور تمہیں گدّی نکالتے ہوئے یہ ملا ہو گا خوب.. خوب میں سوچتی تھی کہ تم بہت لاپرواہ بچیاں ہو۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں تم لوگوں کو غلط سمجھتی رہی۔ میرے خیال میں تو تم بہت پیاری بچیاں ہو۔ بہت مددگار۔ مجھے تمہارے آنے کی واقعی دلی خوشی ہے۔

اور فلس اور جین؟ پتہ ہے وہ دونوں مارے خوشی اور شرمندگی کے لال ہو گئیں۔ دونوں نے سوچا کہ وہ کیسے چپکے سے گھر بھاگنے کا سوچ رہی تھیں۔ لیکن اب وہ اپنی خالہ کو یہ بات نہیں بتانا چاہتی تھیں۔ اور پھر انہوں نے اپنی خالہ کے ساتھ ایک مزیدار چائے پی، دسترخوان پر چائے گرائے بغیر پھر دو دو ٹکڑے کیک کے بہت تمیز سے کھائے اور خالہ ٹیبیتھا انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہیں۔

دوسرے دن خالہ اُن دونوں کو بازار لے گئیں۔ اور انہوں نے جین کو ایک بہت ہی پیاری سی بڑی سی سوتی جاگتی گُڑیا دِلائی۔ اور فلس کے لئے ایک گڑیا گھر خریدا جس میں سچ مُچ کی بجلی کی منّی منّی بتیاں ہر کمرے میں جلتی تھیں۔ بہت ہی رنگ برنگا بہت پیارا گھر تھا۔ پھر خالہ بولیں کہ اُن پیسوں میں سے یہ تمہارا حصہ ہے۔ اچھی بچیتو! ..... پیاری بچیتو! مجھے تمہارے رہنے کی واقعی بہت خوشی ہے۔ فلس اور جین بھی خوشی سے چہک کر بولیں۔ ہم بھی بہت خوش ہیں۔ اور پھر وہ دونوں اپنی خالہ سے لپٹ گئیں ....

اوہ! کیا یہ بہت اچھا نہیں ہوا کہ وہ دونوں اپنے گھر نہیں گئیں؟ .... تم نہیں جانتے بچو! کہ چیزیں کیسے بدل جایا کرتی ہیں۔ کیا تمہیں پتہ ہے؟ ... یہ ہمیشہ سب سے زیادہ اچھی بات ہوتی ہے کہ آپ "کوشش" کرتے رہیں ... اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ "کیا ہوتا ہے"؟ یہاں تک کہ اچھے نتائج سامنے آجائیں۔

بُھلکڑ بھیّا کیا بھُولے ؟

بُھلکڑ بھیّا کی ذہانت کا تو جواب نہیں۔ یہ اچھے شاعر اور اچھے ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے آرٹسٹ بھی ہیں مگر ان کے ساتھ مسئلہ بس ایک ہے اور وہ ہے عین وقت پہ چیزوں کو بُھول جانے کا... یہ تصویر بناتے ہوئے بھی کچھ بھول گئے ہیں۔ اسی بُھلکڑ میں ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔؟

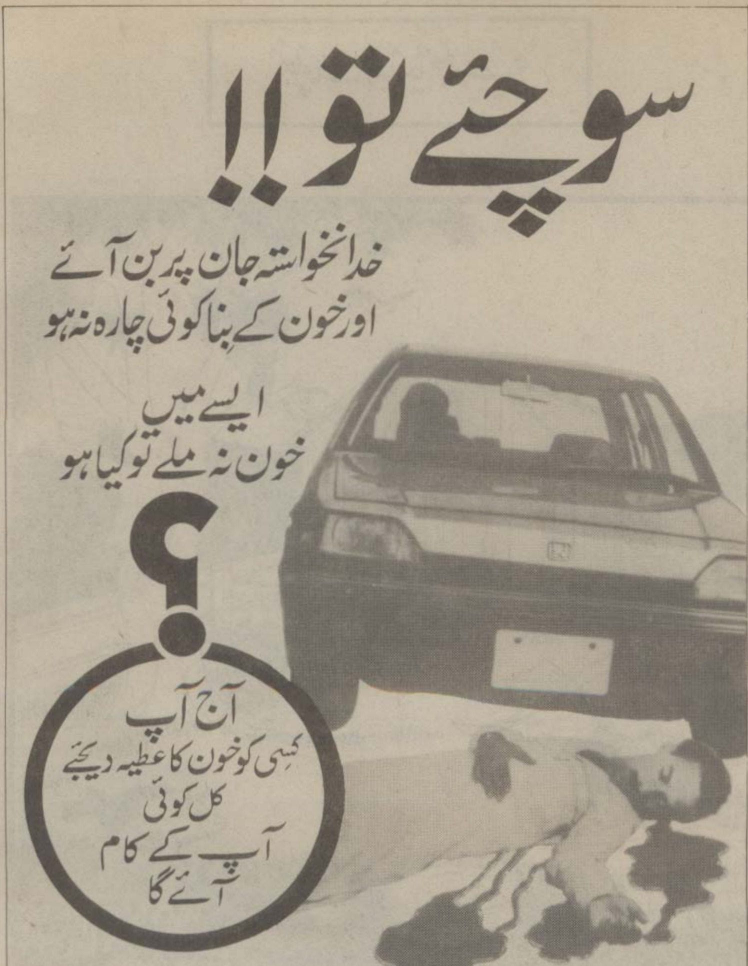

MASS

اشتہار منجانب:۔ راوی گلاس ا۔ دیال سنگھ مینشنز۔ دی مال لاہور

اسکاؤٹ کہانی

غازی مختار

سب سے بڑا اعزاز

حدِ نظر تک خیمے ہی خیمے لگے ہوئے تھے۔
وسیع و عریض میدان بھی اتنے سارے خیموں کی وجہ سے کچھ تنگ تنگ سا لگ رہا تھا، خیموں کے گرد ایک احاطہ سا بنایا گیا تھا۔ چاروں سمتوں میں اس کے اونچے اونچے دروازے تھے پورے احاطے پر جگہ جگہ رنگ برنگے بینرز لگے تھے جن پر خیر مقدمی نعرے درج تھے مرکزی دروازے کی پیشانی پر بہت بڑا قومی پرچم پوری شان سے لہرا رہا تھا۔ اس کے نیچے لگے ہوئے بینرز پر لکھا تھا۔ "خوش آمدید صد پاکستان"
جہاں بھی نظر جاتی، اسکاؤٹوں کی یونیفارم اور سینوں پر رنگ برنگے بیج لگائے

اسکاوٹ کوئی نہ کوئی کام کرتے نظر آرہے تھے۔ کوئی بھی فارغ بیٹھا نہیں مل رہا تھا آج صدر مملکت ملک بھر کے اسکاؤٹوں کے قومی اجتماع میں شرکت کرنے اور صدارتی الوارڈ عطا کرنے آرہے تھے۔

چار بجے تک تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ تمام اسکاوٹ پوری طرح تیار ہو کر کھلے میدان میں صف بستہ ہو چکے تھے۔ ٹھیک ساڑھے چار بجے بگل بجنے لگے اس کے ساتھ ہی بینڈ نے خیر مقدمی دُھن چھیڑ دی پہلے صدر کا باڈی گارڈ دستہ سفید وردیوں اور سفید موٹر سائیکلوں پر نمودار ہوا، اس کے پیچھے سائرن بجاتی جیپ میں چھ مسلح جوان مستعد تھے اور جیپ کے ماتھے پر نیلی سرچ لائٹ گھوم رہی تھی اس کے پیچھے خود صدر مملکت کی سیاہ لیموسین ہموار رفتار سے گیٹ کے اندر داخل ہوئی گاڑی پر قومی پرچم لہرا رہا تھا۔ اس کے پیچھے پھر باڈی گارڈ دستے کی دو جیپیں تھی۔

صدر پورے وقار کے ساتھ تشریف لائے ان کی گاڑی مقررہ مقام پر پہنچ کر رُکی توفیصل کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ صدر کا استقبال کرنے والے دستے کا سربراہ بھی تو وہ خود ہی تھا۔ ایک لمحے کو تو اسے اپنا سانس رُکتا محسوس ہوا۔ جس شخص کی آج تک صرف تصویریں دیکھی تھیں اسے نہ صرف اپنے روبرو دیکھنا۔ بلکہ اس کا استقبال بھی اس کو کرنا تھا لیکن یہ بھی تو اس کا اعزاز تھا۔ کہ ہزاروں اسکاؤٹوں میں صرف اُسے اس مقصد کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن اس نے خود کو سنبھال ہی لیا۔

جونہی صدر کی گاڑی آکر رُکی وہ بڑے اعتماد سے نپے تلے قدم اٹھاتا آگے بڑھا۔ اور نہایت مؤدبانہ انداز میں ان کی عقبی نشست کا دروازہ کھولا۔ اس کے پیچھے کھڑے اسکاوٹ مستعد ہو گئے صدر مسکراتے ہوئے گاڑی سے برآمد ہوتے۔

ایک لمحے کے لئے فیصل کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔ لیکن وہ ایک اسکاوٹ تھا ایسے لمحات میں خود پر قابو رکھنا اسکاوٹنگ کی تربیت کا حصہ ہے اس نے سیدھے کھڑے ہو کر صدر کا استقبال کیا۔ اور نہایت ادب سے ان کو سہارا دے کر گاڑی سے نکلنے میں مدد دی۔

السلام علیکم جناب صدر۔! اس نے صدر سے بھرپور گرم جوشی سے مصافحہ کیا "میں اپنے اسکاوٹ بھائیوں کی طرف سے آپ کو اس شاندار اور پروقار تقریب میں خوش آمدید کہنے کا اعزاز

حاصل کرتا ہوں۔"

صدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ غالباً انہیں اِس چھوٹے سے لڑکے سے اس انداز میں استقبال کی توقع نہیں تھی۔ پھر وہ شفقت سے مسکرائے۔

"وعلیکم السلام بیٹے۔ میں بھی یہاں آکر بہت خوش ہوا ہوں"

صدر خود چیف اسکاؤٹ ہونے کی حیثیت سے چیف اسکاؤٹ کی مکمل وردی میں تھے فیصل نے انہیں غور سے دیکھا۔ صدر مسکرا دیئے۔ غالباً کچھ سوچ کر خاموش ہو گئے تھے۔ ڈائس پر گورنر وزیرِاعلیٰ اور دیگر اعلیٰ حکام صدر کے منتظر تھے۔ اسکاؤٹوں کا دستہ انہیں اپنے درمیان میں لے کر مارچ کرتا ہوا ڈائس کی طرف بڑھنے لگا۔ دستے کی قیادت اب بھی فیصل کر رہا تھا۔ صدر اس کے تقریباً ساتھ ساتھ تھے۔ جیسے ہی صدر ڈائس پر پہنچے۔ دستہ سلیوٹ کرکے ایک طرف ہٹ گیا۔ گورنر اور وزیرِاعلیٰ نے بڑھ کر صدر کا استقبال کیا اس کے ساتھ ہی قومی ترانہ بجنے لگا۔ سب قومی ترانے کے احترام میں خاموش اور مودّب ہو کر کھڑے ہو گئے۔

فیصل کا دِل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایک دِن سربراہ مملکت اس کے شانہ بشانہ چلیں گے اور وہ ان کے استقبالی دستے کی قیادت کرے گا۔ ٹیلی ویژن کیمروں کی آنکھوں نے تو ایک ایک لمحہ محفوظ کر لیا تھا۔ اس نے سوچا جب یہ تقریب ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ کی جائے گی تو گھر والوں کا کیا حال ہو گا۔ سارے محلے میں ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ وہ یہ سب سوچ کر دھیمے سے مسکرایا۔ پھر سنبھل کر سنجیدگی اختیار کر لی۔ قومی ترانہ ختم ہو چکا تھا اور سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے تھے۔ تابش محمود نے تلاوت کلام پاک سے پروگرام کا آغاز کیا۔ پھر کئی دیگر آئٹمز پیش کئے گئے آخر میں صدر کی تقریر اور ایوارڈز کی تقسیم کی تقریب تھی۔

"فیصل مختار" فیصل کا نام پکارا گیا۔ فیصل ایک گوشے میں تھا، اس نے اپنا نام سُنا تو ایک لمحے کے لئے اس کو جھٹکا سا لگا تھا۔ فیصل فیصل! ہلکی ہلکی سی سرگوشیاں اس نے سنی تھیں پھر وہ بڑے اعتماد سے چلتا ہوا ڈائس پر پہنچا تھا۔ اور صدر کے سامنے جا رُکا تھا۔

صدر اسے پہچان کر مسکرائے۔ اس نے بھی مسکرانے کی کوشش کی۔

میاں فیصل!۔ ایوارڈ پر ہر طرف سے مبارکباد قبول کرو"

اس نے ایوارڈ وصول کیا تو بے شمار کیمروں کی جھِل مل جھِل مل روشنیاں اس پر پڑیں۔
"شکریہ جناب صدر"
"آپ کو کیسا لگ رہا ہے؟ صدر نے اچانک ہی ایک سوال کر لیا۔
"جناب عالی" مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اس ملک کا وزیراعظم بن گیا ہوں۔ دیکھئے تو کتنے سارے کیمرے ہماری تصویریں لے رہے ہیں"
صدر نے اس کے اس برجستہ جواب پر بے ساختہ قہقہہ لگایا اور پنڈال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ گورنر اور وزیراعلیٰ بھی مسکرا دیئے۔
"اچھا آپ اسکاؤٹ بن کر کیا کرنا چاہتے ہیں"؟ صدر نے اس کا شاید امتحان لینے کے لئے سوال کیا "جناب عالی! ہمارے دین کے داعی نے ہمیں پہلا سبق حُسنِ خلق کا اور خدمت خلق کا دیا ہے۔ ہم اس کام کو منظم شکل میں کریں تو یہی اسکاؤٹنگ ہے۔ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہر ضرورت مند کی ہر وقت ہر طرح سے مدد کریں بس یہی میرا مقصد" ہے۔
"مگر اسکاؤٹنگ کی تحریک تو بیڈن پاول نے شروع کی تھی" صدر نے ذرا چبھتا سا سوال کیا "جی ہاں" لیکن میں پورے یقین سے عرض کرتا ہوں کہ اس تحریک کے لئے فکر کی روشنی ہمارے دین سے ہی لی گئی ہے۔ کیونکہ ہمارے دین کے سوا کسی اور مذہب نے انسانیت کی خدمت کو عبادت کا درجہ نہیں دیا۔ میں اس عبادت میں اپنی عمر گذارنا چاہتا ہوں"۔
صدر ایک قدم آگے آئے۔ انہوں نے فیصل کے شانے پر تھپکی دی۔
"شاباش بیٹے" تم انٹرویو میں کامیاب ہوگئے تم واقعی اس ایوارڈ کے مستحق ہو۔
اگر تمہارا یہی جذبہ ہے تو میری پیشگوئی ہے کہ انشا اللہ تم ایک دن ضرور بڑے آدمی بنو گے۔
کیونکہ تم جیسے نوجوان ہی ہمارے ملک کا مستقبل ہیں"۔
فیصل نے سوچا جب یہ ساری گفتگو نشر ہوگی تو.... صدر کا شکریہ ادا کر کے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اور دوسرے ہی لمحے بے شمار فوٹو گرافروں نے، ٹیلی وژن کے کیمرہ مینوں اور اخباری رپورٹروں نے اس پر دھاوا بول دیا تھا۔ کیوں نہ بولتے۔ اس نے صدیوں پر پھیلی صدارتی روایات کو ایک لمحے ہی توڑ کر رکھ دیا تھا۔
اور پھر اس بات کو بہت سارے دن گزر گئے۔

فیصل اب انٹر کا طالب علم تھا، لیکن اس کے جسم پر اب بھی اسکاؤٹوں کی وردی تھی.
اور اس وردی پر کچھ اور اعزازی نشانات کا اضافہ بھی ہو چکا تھا۔

اس دِن وہ اسکوٹر پر کالج سے گھر آ رہا تھا. گھر سے پہلے چوراہے پر مڑتے ہوئے اس نے احتیاط سے گاڑی کی رفتار کم کی، لیکن اسی لمحے دوسری سمت سے آنے والی تیز رفتار ویگن اسے ٹکر مار کر اچھالتی ہوئی نکل گئی۔ اور وہ دور جا گرا تھا اسکوٹر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا. جب ہسپتال میں اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں تو اس نے سب سے پہلے ڈاکٹر کو اپنے اوپر جھکے دیکھا "ہیلو ینگ مین۔ ہاؤ آر یو" سفید بالوں اور پُرشفقت چہرے والے سینیئر سرجن نے مسکرا کر پوچھا تھا اس نے پلکیں جھپکائیں اور سر کو جنبش دے کر بایاں بازو اٹھانا چاہا تو وہ اٹھ نہ سکا. اس نے آنکھیں پھاڑ کر سرجن کو دیکھا پھر بازو کو حرکت دینے کی ایک بار پھر کوشش کی. لیکن وہاں بازو ہوتا تو حرکت بھی کرتا. سرجن نے اسے تھپکی دینا چاہی. وہ کچھ ہوش اور کچھ بے ہوشی کی حالت میں چیخا۔ مم۔ میرا۔ میرا بازو۔ اور پھر وہ دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

سرجن نے ٹھنڈا سانس لیا اور پیچھے ہٹ کر فکر مند کھڑے اس کے والد کا شانہ تھپکایا" مجھے افسوس ہے. اکرم صاحب لیکن شکر کیجیے خدا کا کہ آپ کے بیٹے کی زندگی بچ گئی ہے۔"

اکرم صاحب نے ٹھنڈا سانس لیا جی ہاں ڈاکٹر صاحب ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے بازو نہیں تو کیا ہوا۔ اس نے میرے بیٹے کی زندگی تو محفوظ رکھی ہے۔"

پیچھے فیصل کی امی اور بہن جو کھڑی آنسو پونچھ رہی تھیں۔ ان کی باتوں پر خاموش ہو گئیں. واقعی ایک ہاتھ کے مقابلے میں زندگی پھر بھی انمول ہوتی ہے۔

فیصل اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو چکا تھا۔ لیکن زندگی تو نہیں کھوئی تھی. کیا یہ شکر کی بات نہ تھی۔ لیکن فیصل تو یوں گم صم سا ہو کر رہ گیا تھا۔ جیسے اس نے اپنا سب کچھ ہی کھو دیا ہو۔ اس دن سب لوگ پکنک پر جا رہے تھے. فیصل کی صحت یابی کے بعد اس خوشی میں پکنک کا اہتمام کیا گیا۔ صبح ہی سے تبسم اور ترنم لپک جھپک کر جلدی جلدی چیزیں تیار کر رہی تھیں سعید اور سعد بھی بھائی کی خوشی کے لئے اس کے پاس بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے لیکن فیصل سر جھکائے گم صم سا بیٹھا تھا. دل اس کا بھی نہیں چاہ رہا تھا مگر گھر والوں کو خوش کرنے کے لئے وہ بھی تیار ہو گیا تھا. بہن بھائیوں کی نظریں رہ رہ کر اس کے بازو پر پڑتیں جو کندھے سے ذرا نیچے سے

کاٹ دیا گیا تھا۔ تو وہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتا کہ سب اس کے بارے میں سوچ رہے ہیں بہنوں کی نظر جب بھی پڑتی وہ منہ پھیر کر آنسو پونچھتی اِدھر اُدھر نکل جاتیں۔ بیک وقت خوشی اور غم بھی کتنی عجیب چیز ہوتے ہیں۔

سمندر کے ساحل پر بے شمار لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں نے بھی ایک طرف ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ سعید اور سعد تو سمندر میں دور تک نکل گئے تھے۔ فیصل خاموشی سے اُتھلے پانی میں ٹہلتا پھر رہا تھا بہنیں تھوڑے فاصلے پر دری بچھائے کھانے پینے کا بندوبست کر رہی تھیں فیصل کی سوچ ایک بار پھر اُسے وہیں لے گئی تھی۔ جب صدر مملکت اس کے روبرو کھڑے تھے۔ یک لخت وہ چونک پڑا۔

آج تو وہی تاریخ تھی۔ لیکن اُس دِن میں اور اس دِن میں کتنا بڑا فرق ہو چکا تھا۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور ساحل کی طرف چل پڑا۔ تبھی اس نے ایک چیخ سنی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا کچھ دور ایک چھوٹا سا ہجوم اکٹھا شور مچا رہا تھا، یقیناً کوئی لہروں کی نذر ہو رہا تھا اس کے ذہن کے تمام بند دریچے ایک لمحے میں کھل گئے۔

"جی ہاں میں اللہ کو گواہ کر کے اقرار کرتا ہوں کہ میں ہر ضرورت مند کی ہر صورت میں ہر ممکن مدد کروں گا۔

"جی ہاں میں اقرار کرتا ہوں۔"

وہ اسکاوٹ سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ صدر مملکت کا مسکراتا ہوا چہرہ۔ سوالیہ چہرہ بن کر اس کے سامنے آ گیا۔ "تم نے جو وعدہ کیا تھا۔ یاد ہے؟

دوسرے ہی لمحے وہ سرپٹ سمندر کی سمت دوڑ پڑا۔

پکنک پر آئے ہوئے ایک گھرانے کی وہ بارہ تیرہ سالہ پیاری سی بچی تھی، جو ایک تیز لہر کا شکار ہو گئی تھی۔ جب دوسرے سارے لوگ صرف چیخ چلا رہے تھے تب ایک بازو سے محروم نوجوان بجلی کی طرح پانی میں گھستا لہروں سے لڑتا آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ پھر اس نے بچی کی گلابی فراک دیکھ لی تھی۔ اور دیوانہ وار اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

لیکن ایک ہاتھ سے بچی کو پکڑے یا خود کو سنبھالے رکھے۔ بچی تقریباً بے ہوش ہو چکی تھی اور چند ہی لمحوں میں سمندر کی بے رحم لہروں کے ساتھ اتھاہ گہرائیوں میں اترنے والی تھی۔ ایک لمحے کو دِل

میں خیال آیا کہ لوٹ چلو۔ کون خود کو خطرے میں ڈالے۔ دوسرے ہی لمحے ایمان غالب آگیا جس ہستی نے زندگی بخشی ہے وہی واپس لینے کا اختیار بھی رکھتی ہے اور اس کو گواہ بنا کر۔ میں نے اقرار کیا تھا۔ اور اسے یوں لگا جیسے تبسم ڈوب رہی ہے۔ اور اگلے لمحے بچی اس کی پشت پر تھی۔ اور وہ لہروں سے الجھتا لڑتا بھڑتا ساحل کی طرف جا رہا تھا۔

ساحل کی ریت پر اس کے قدم لگے تو بچی کے ماں باپ بہن بھائی اس کی طرف دوڑے چلے آئے۔ بچی کا باپ اس سے لپٹ گیا تھا۔ اور ماں مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔ وہ خاموش کھڑا تھا اور اس کے گرد بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ بچی کی ماں لپکتی ہوئی آئی اور اس کے ہاتھ تھام کر رو پڑی۔ اس کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکل پا رہا تھا۔ دوسرے لوگ بچی کو سنبھال چکے تھے: جو اب خطرے سے باہر آ چکی تھی۔ ان کو اپنی بچی واپس مل گئی تھی۔

بچی کی ماں کے بہتے آنسوؤں کو اس نے ایک لمحے کو غور سے دیکھا۔ پھر بے ساختہ مسکرا دیا اسے بھی تو اپنا کھویا ہوا فیصل واپس مل گیا تھا۔ اس نے جو عہد کیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا! ایک بار پھر وہی پرانا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ صدر مملکت نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"جب تک قوم میں تم جیسے نوجوان موجود ہیں میں اپنے ملک و قوم کے مستقبل سے قطعاً فکرمند نہیں ہوتا" وہ مسکرائے۔ "بولو کیا ایوارڈ لو گے۔"

اس نے نظریں اٹھائیں اور پرسکون لہجے میں کہا۔

جناب عالی۔ اس بچی کے ماں باپ نے مجھے جو دعائیں دی ہیں، وہ میرے لئے سب سے قیمتی ایوارڈ ہے اور میں نے اپنے آپ پا یا ہے۔ مجھے اب کسی اور شے کی ضرورت نہیں۔"

چیف اسکاؤٹ اسے حیرت سے دیکھے جا رہے تھے۔

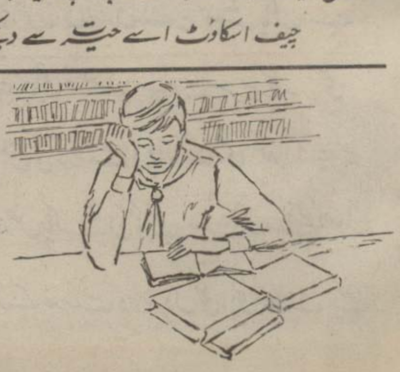

اسکاؤٹنگ

محمد امان خان دِلؔ

یہ جو اسکولوں میں ہے اسکاؤٹنگ کا سلسلہ
بخشتا ہے یہ ہمیں زندہ دِلی کا حوصلہ

"کبس" کہلائے ہیں یہ دراصل بارہ سال تک
نام ہے "اسکاوٹ" بارہ سے اٹھارہ سال تک

دوستو! اسکاؤٹ سے ہے نظم و ضبطِ زندگی
یہ سکھاتا ہے ہمیں آداب ربطِ زندگی

زندگی کا ہر سلیقہ ہم کو سکھلاتا ہے یہ
تندرستی کا فریضہ ہم کو بتلاتا ہے یہ

دیکھئے اسکاؤٹ کتنا چست اور چالاک ہے
ہر طرح کی گندگی سے یہ ہمیشہ پاک ہے

ساتھیو! اسکاؤٹ میں ہے جذبۂ ایثار بھی
ہے سماجی دشمنوں سے برسرِ پیکار بھی

ملک و ملت سے وفاداری بھی سکھلاتا ہے یہ
خلق کی خدمت، رواداری بھی سکھلاتا ہے یہ

سیکھئے اسکاؤٹ میں رہ کر محبت کے اصول
ارضِ پاکستان کی بے لوث خدمت کے اصول

ہر بڑے چھوٹے کی اے دِلؔ دِل سے عزت کیجئے
کرکے خدمت دوسروں کی اپنی خدمت کیجئے۔

اسکاؤٹ وعدہ
میں اپنی آن پر وعدہ
کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور پاکستان کے عائد کردہ
فرائض کی پابندی کروں گا
دوسروں کی مدد اور
اسکاؤٹ قانون کی
پابندی میں اپنی پوری
کوشش کروں گا

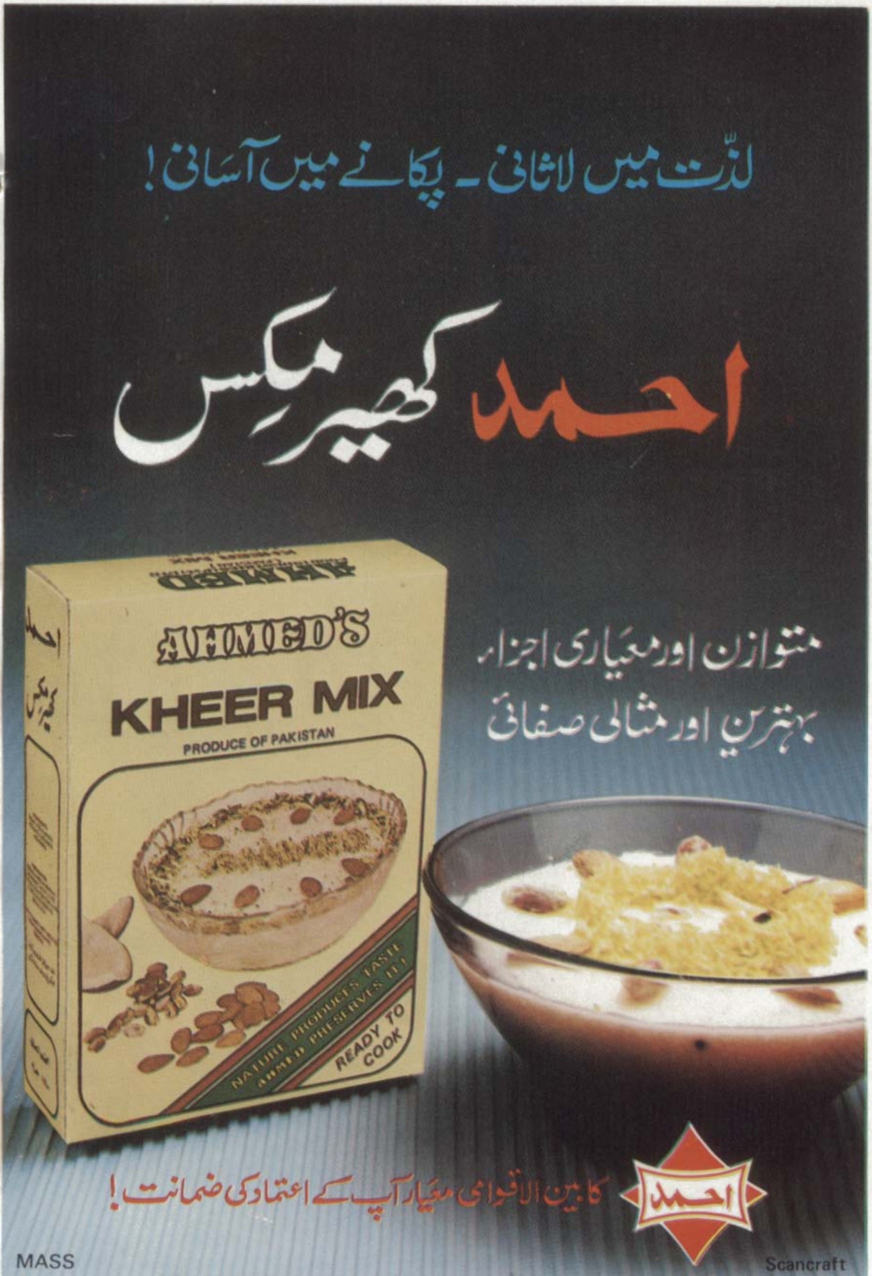
لذّت میں لاثانی ۔ پکانے میں آسانی !
احمد کھیرِ مکس
AHMED'S
KHEER MIX
PRODUCE OF PAKISTAN
NATURE PRODUCES TASTE
AHMED PRESERVES IT!
READY TO COOK
متوازن اور معیاری اجزاء
بہترین اور مثالی صفائی
احمد
کا بین الاقوامی معیار آپ کے اعتماد کی ضمانت !
MASS
Scancraft

آزادی کا رکھوالا

محمد جاوید خالد

دو نوکر اور ایک کم سن لڑکا عمر یہی کوئی گیارہ بارہ سال ایک باغ میں دوڑ رہے تھے ان کے آگے آگے ایک شیر کا بچہّ تھا۔ لڑکا نوکروں سے چند قدم پیچھے تھا۔ کچھ آگے جاکر نوکروں نے شیر کے بچّے کو گھیر لیا۔ جونہی ایک نوکر اس کے گلے کی زنجیر پکڑنے کے لیے جھکا اس نے غرّا کر اپنے دونوں اگلے پنجے اٹھا دیئے۔ نوکر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا ساتھی ڈر کے مارے پہلے ہی ایک طرف ہو گیا تھا۔ کم سن لڑکا ہنستا ہوا آگے بڑھا اور اس نے اطمینان سے شیر کے بچّے کے جسم پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اس کی زنجیر پکڑ لی اور اسے نوکر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو اب اِسے لے جاؤ۔"

نوکر جواب تک ڈرا ہوا تھا بولا۔ "حضور یہ کاٹتا ہے"

"تم تو خوامخواہ ڈرتے ہو یہ دیکھو"۔ لڑکے نے یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ شیر کے بچے کے منہ کے سامنے کر دیا۔ شیر کا بچہ لڑکے کے ہاتھ چاٹنے کے بعد اس کے پاؤں پر لیٹ گیا۔

اس بہادر لڑکے کا نام فتح علی تھا جو تاریخ میں ٹیپو سلطان شہید کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ لڑکا جس قدر بہادر تھا اس قدر پڑھنے لکھنے میں بھی تیز تھا۔ ذہین اتنا تھا اور ایسا جی لگا کر پڑھتا تھا کہ اسے ایک سبق دوبارہ پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

اس لڑکے کا باپ سلطان حیدر علی ہندوستان کی ایک چھوٹی سی ریاست میسور کا بادشاہ تھا۔ سلطان حیدر علی خود بھی ایک بہادر آدمی تھا لیکن بدقسمتی سے وہ زیادہ پڑھ لکھ نہیں سکا تھا۔ چنانچہ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "قدرت نے میرے ہاتھ میں صرف تلوار دی ہے لیکن میرے بیٹے کے ہاتھ میں قلم بھی ہوگا"۔

اس لڑکے کو پڑھانے کے لئے ریاست کے بہترین استاد مقرر تھے اور لڑکے کی قابلیت کی وجہ سے نہایت دلچسپی اور توجہ کے ساتھ اسے پڑھایا کرتے تھے۔

شہزادہ فتح علی چونکہ بچپن ہی سے محنتی اور جفاکش تھا چنانچہ بہت کم عمر میں اس نے اسلامی علوم حاصل کر لینے اور عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی اردو وغیرہ پر اچھا خاصا عبور حاصل کر لیا۔ اس کے علاوہ اس زمانے کے لڑنے میں استعمال ہونے والے طریقوں یعنی شمشیر زنی، تیر اندازی، نیزہ بازی اور تیراکی وغیرہ میں بھی اس نے خوب مہارت حاصل کر لی اور بہت جلد لڑائی کے جدید طریقوں سے بھی واقف ہو گیا۔

۱۷۶۵ء میں جب اس کی عمر صرف پندرہ سال تھی اپنے والد کے ساتھ ایک علاقے "مالابار" پر حملہ آور ہوا جہاں اس نے صرف دو تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ دشمن کے ایک بڑے لشکر کو گرفتار کر لیا جس پر اس کے والد سلطان حیدر علی نے خوش ہو کر اسے اپنی محافظ فوج میں شامل کر لیا اور جاگیر عطا کی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز ہندوستان میں تجارت کے بہانے آکر اپنے قدم جما رہے تھے اور اپنی چالاکی و عیاری سے انہوں نے یہاں کے بہت سے علاقے پر قبضہ بھی کر لیا تھا ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ یہی میسور کی ریاست تھی جہاں سلطان حیدر علی اور شہزادہ فتح علی ان کی کسی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیتے تھے۔

شہزادہ فتح علی نے انگریزوں کو مختلف مقامات پر زبردست شکستیں دیں اور اس کی جنگی قابلیت کی تعریف خود انگریز سپہ سالاروں کرنل بیلی، سر ہیکٹر منرو، سر آئر کورٹ اور اسٹورٹ وغیرہ نے کی۔ انگریزوں کی فوجیں اس کے

آگے بھیڑوں کی طرح بھاگتی تھیں ایک جنگ میں انگریزوں کے ایک مایہ ناز سپہ سالار کرنل بریتھ وہیٹ کو جسے اپنے جدید اسلحہ پر بڑا ناز تھا اور اسے کئی ہفتوں تک مقابلہ کرنے کی اُمّید تھی صرف ۲۶ گھنٹے کے بعد میدان چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

شہزادے کی عمر ۳۲ سال تھی جب سلطان حیدر علی کا انتقال ہوا اور شہزادہ سلطان بنا۔ بادشاہ بن کر اس نے اپنی رعایا کی بہتری کے لئے بہترین کام کئے۔ سب سے پہلے اس نے اپنی فوج کو منظم کیا۔ اس نے باقاعدہ رجمنٹیں مقرر کیں اور ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ اس سے پہلے ہندوستان میں ماہوار تنخواہ کا تصوّر بھی نہیں تھا۔

اسے اپنی ریاست اور عوام سے بے حد محبت تھی اور ہمیشہ ان کی فلاح وبہبود میں لگا رہتا تھا اگرچہ اس کا زیادہ تر وقت میدانِ جنگ میں گذرا اس کے باوجود اسے جتنا بھی وقت ملا اس نے عوام کی فلاح کے لیے صرف کیا۔ ترقی کے لئے بڑے سے بڑے اقدام کئے۔ کسانوں کو مالیہ معاف کر دیا۔ سرکاری زمین پٹے اور ملکیت پر کاشت کے لئے دی رعایا سے اس کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ وہ جنگ کے میدان میں بھی دریاؤں پر بند باندھنے، نہریں کھودنے، بنجر زمینیں آباد کرنے، سڑکیں تعمیر کرنے اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے علاوہ عوام کی تعلیمی اور معاشرتی حالت سدھارنے کے عظیم منصوبے تیار کیا کرتا تھا۔

حکومت کے لئے اس نے مختلف محکمے قائم کئے جو تعداد میں ۹۹ تھے۔ ہر محکمے کا ایک امیر مقرر کیا۔ بحریہ کا مستقل محکمہ قائم کیا۔ فوجی اصولوں کے لئے کتاب لکھوائی، فنِ جہاز سازی پر توجہ دی۔ وہ ایک غیوّر، مجاہد، باہمّت اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتیں رکھنے والا حکمران اور پکّا مسلمان تھا۔ صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرتا اور سارا دن باوضو رہتا۔ خود عالم تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا۔

آبادی، زرخیزی اور بہترین انتظام کی بدولت میسور ایک شاندار سلطنت بن گئی تھی۔ انگریز تو اس کے پہلے سے دشمن تھے اس کے پڑوسی بھی اس سے حسد کرنے لگے اور اس کے خلاف سازشوں کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ اسے غلامی کی زندگی قبول کرنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ لیکن وہ آزادی کا دیوانہ تھا اور آزادی کے لیے وہ عمر بھر انگریزوں اور دوسرے دشمنوں سے لڑتا رہا۔ اس کے سارے دشمنوں نے اسے شکست دینے کے لیے اتحاد کر لیا۔ ٹیپو سلطان شہیدؒ بھی اپنی فوجیں میدان میں لے آیا اور ہندوستان کی آزادی کی آخری جنگ میسور میں لڑی گئی۔ سلطان شہیدؒ کو ہرگز شکست نہ ہوتی لیکن بدقسمتی سے اس کے کچھ قریبی ساتھی غدّار نکلے اور درپردہ انگریزوں سے جا ملے۔ ان غداروں نے سارے راز دشمنوں کو پہنچا دیئے جس کے نتیجے میں سلطان کے سارے جانباز ایک ایک کر کے شہید ہوتے گئے۔ کچھ دوستوں نے مشورہ دیا کہ میدان چھوڑ کر خفیہ طریقے سے بھاگا جائے لیکن سلطان شہیدؒ نے گرج کر کہا

"گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔" اس کے یہ الفاظ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔

اس نے ذلت کی زندگی چھوڑ کر عزت کی موت اختیار کی اور بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ یہ مئی کی ۴ تاریخ تھی اور سن عیسوی ۱۷۹۹ تھا۔

سلطان شہیدؒ کی زندگی کا اور اس کے جذبے اور ہمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب اس کی شہادت کی اطلاع انگریز کو ہوئی تو انہوں نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

"آج ہندوستان ہمارا ہے۔"

سلطان شہیدؒ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اس کی شہادت کے تقریباً ڈیڑھ سو سال کے بعد اس کا جذبہ پھر پروان چڑھا اور ہندوستان کے غلام مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن "پاکستان" حاصل کیا۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر شخص سلطان شہیدؒ کی طرح محنت کرے اور وطنِ عزیز کو پوری دنیا میں ایک "مثالی ملک" بنائے۔ اس کو اتنا مضبوط بنا دیا جائے کہ اس کے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی اس کی طرف بری آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو

"برین آف برٹین"

لندن ائیرپورٹ سے طیارہ اڑا جس میں پائلٹ سمیت چار افراد سوار تھے۔ ان میں پائلٹ کے علاوہ ایک اسکاؤٹ، ایک بوڑھا اور ایک برین آف برٹین (برطانیہ کا ذہین ترین آدمی) موجود تھا۔۔۔۔ راستے میں جہاز کو آگ لگ گئی۔ پائلٹ نے اعلان کیا کہ پیراشوٹ تین ہیں اور افراد چار میرا جان بچانا چونکہ بہت ضروری ہے اس لیے میں تو چھلانگ لگا رہا ہوں، یہ کہہ کر پائلٹ کود گیا۔۔۔۔ اب برین آف برٹین نے بقیہ دونوں مسافروں سے کہنا شروع کیا کہ "میں برطانیہ کا ذہین ترین آدمی ہوں۔ اس لیے میری جان بچانا بھی بہت ضروری ہے یہ کہہ کر اس نے بھی پیراشوٹ پہنا اور کود گیا اب دو افراد رہ گئے۔۔۔۔ بوڑھے نے اسکاؤٹ سے کہا۔ "بیٹا میں تو اب بوڑھا ہو چکا میری جان کی اب کوئی زیادہ اہمیت نہیں۔۔۔ لہٰذا اب تم ہی یہ واحد پیراشوٹ پہنو اور کود جاؤ۔ اسکاؤٹ نے کہا بڑے میاں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ برین آف برٹین پیراشوٹ کے بجائے میرا بستہ پہن کر کود گیا ہے اور اب ہمارے پاس دو پیراشوٹ موجود ہیں۔

آئیے بنیں آرٹسٹ

ہو بہو ایسی تصویر خانوں کی مدد سے بنائیے

اچھا آرٹسٹ بننے کے لئے ... یہ آپ کی ابتدائی اور اہم مشق ہوگی۔

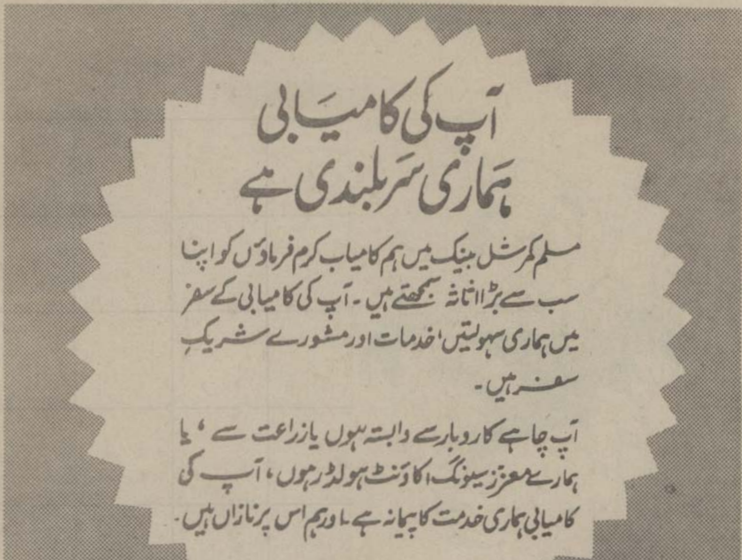

NAB-84 PID(1)
MCB-15

طالبات کے لیے ایک خوبصورت کہانی

گرل گائیڈز کے لیے گرل گائیڈز کا حسین تحفہ

اچھّی بچّی

سیما ایک چھوٹی سی لڑکی تھی اس کا رنگ سرخ وسفید تھا۔ اور سیاہ گھنگریلے بال تھے وہ بہت شریر تھی۔ اکثر کھیلتی رہتی۔ کبھی باغ میں جا کر ننھی منّی تتلیاں پکڑتی۔ کبھی درختوں پر سے کچے پھل توڑ کر کھاتی سیما کی ایک بڑی بہن بھی تھی جس کا نام سائرہ تھا۔ سائرہ بڑی خوش مزاج اور بھولی بھالی لڑکی تھی ان کی امّی تمام دن گھر کے کام کاج میں لگی رہتیں۔ سائرہ اکثر امّی کو کام میں مدد دیتی ننّھا بھائی روتا تو وہ اُسے بہلا دیتی۔ دادی اماں کے چھوٹے چھوٹے کام بغیر کہے کر دیتی مگر سیما کام سے جی چراتی تھی وہ کبھی کبھار کام کرتی بھی تو لاپرواہی سے بلکہ اکثر کاموں کو اُدھورا چھوڑ دیتی اور اسے سائرہ مکمل کرتی۔

ایک روز سائرہ کی طبیعت خراب تھی۔ امّی نے اُسے دوائی پلائی اور بستر میں سُلا دیا۔ سیما سائرہ کی بیماری سے اداس ہو گئی۔ آج اس کی امّی اکیلی ہی کام کر رہی تھیں۔ اس نے سوچا کہ اُسے امّی کی مدد کرنی چاہیئے اس نے پہلے ننھے بھائی کو بہلایا۔ پھر پُوری شام وہ امّی کے ساتھ کام کرتی رہی۔ لیکن چونکہ کام کی عادت نہ تھی اس لیے جلدی تھک گئی امّی اور دادی اماں نے اُسے اتنا کام کرنے پر شاباش دی لیکن سیما کی طبیعت بے زار سی تھی۔ آج صبح سے نہ تو وہ باغ جا سکی تھی نہ کوئی اور دلچسپ شرارت کر سکی۔ رات کا کھانا کھاتے ہی وہ چھت پر جا کر لیٹ گئی چندا ماموں عین سیما کے سر پر چمک رہے تھے۔ سیما نے اُداسی سے تکیہ میں منہ چھپا لیا۔ اچانک اسے یوں محسوس ہوا کہ کوئی اس کے قریب کھڑا اُسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے غور سے دیکھا تو وہ اس کی اپنی ہی عمر کی ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی۔ اس نے صاف ستھرا پھول دار فراک پہن رکھا تھا۔ بالوں پر پھولوں کا ایک ہار لپیٹ رکھا تھا یقیناً یہ کوئی پَری ہے۔" سیما نے سوچا۔ "تم کون ہو؟" اس نے خوبصورت لڑکی سے پوچھا۔ "ڈرو نہیں، میرا نام انجم ہے اور میں تمہاری ہی طرح ایک لڑکی ہوں تمہیں اداس دیکھا تو اِدھر چلی آئی۔ آؤ میری دوست بن جاؤ" لڑکی نے مسکراتے ہوئے سیما کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی "چلو تمہیں اپنے گھر کی سیر کرا لاؤں" سیما اُٹھ کھڑی ہوئی۔ نیچے انجم کا گھوڑا کھڑا تھا۔

انجم نے سیما کو بھی گھوڑے پر بٹھا لیا اور گھوڑا دونوں ننھی منّی لڑکیوں کو لے کر تیز دوڑنے لگا۔ سیما حیران بھی تھی کہ اجنبی لڑکی اُسے کہاں لے جا رہی ہے اور اُسے ڈر بھی محسوس ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ایک خوبصورت سرسبز وادی میں پہنچیں جہاں چاروں طرف پھول ہی پھول تھے۔ نرم ہوا سے اُن کی مہک چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ درمیان میں ایک صاف شفّاف ندی بل کھاتی ہوئی بہہ رہی تھی۔ انجم کا گھر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر تھا۔ سیما اس پھولوں بھری وادی کی خوبصورتی کو دیکھ کر بہت حیران ہوئی اور خوش بھی۔ انجم اُسے گھر لے گئی اس کے گھر کی ہر چیز سادہ مگر صاف ستھری اور خوبصورت تھی۔ گھر میں انجم کی امّی ابا۔ تین بہنیں اور ننّھا بھائی تھے انجم کی امی اور ابّا نے سیما کو پیار کیا۔ صبح ہو چکی تھی۔ انجم اور اس کی بہنوں نے تمام گھر کو صاف کیا۔ پھر وہ اپنی امی کے ساتھ کام کروانے لگیں۔ وہ ہنس ہنس کر کام کرتی پھر رہی تھیں۔ رنگ برنگے کپڑوں میں تتلیاں معلوم ہو رہی تھیں۔ "سیما بہن" انجم بولی چلو تمہیں باغ کی سیر کرا لاؤں، تب تک کھانا تیار ہو جائے گا۔ وہ دونوں باغ میں نکل گئیں۔ چڑیاں اپنے بچّوں کے لیے دانہ دنکا چُن رہی تھیں۔ ایک چڑیا کے گھونسلے سے اُس کا بچّہ نیچے گر پڑا چڑیا اور چڑا بہت بے چین ہو گئے۔ انجم نے جلدی سے بچّے کو اٹھایا اور اُسے گھونسلے میں رکھ دیا چڑیا اور چڑا خوش نظر آنے لگے۔

کچھ دُور گئیں تو ایک بوڑھا شخص لاٹھی ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔ اسے کسی کے گھر کی تلاش تھی لیکن راستہ نہیں مل رہا تھا۔

انجم بولی "آؤ سیما اس بوڑھے کی مدد کریں۔ انجم اور سیما دونوں اُسے اُس گھر تک پہنچا آئیں جس کی اسے تلاش تھی بوڑھے نے دونوں لڑکیوں کو بہت دعائیں دیں۔ سیما نے اپنے دل میں خوشی کی لہر سی محسوس کی اور اسے وادی زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگی۔ سیر کرکے جب دونوں واپس آئیں تو انجم کی بہنیں کام ختم کر چکی تھیں اور اب مل کر خوشی کا نغمہ گا رہی تھیں۔

اُن کے ابا اپنی ننھی منّی بیٹیوں کو کام کرتا دیکھ کر پھولے نہ سمارہے تھے۔ پھر سب کھانا کھانے بیٹھے۔ سب نے مل کر خدا کا شکر ادا کیا جس نے انہیں اتنی اچھی چیزیں کھانے کے لیے دی تھیں۔ کھانے کے بعد سب نے مل کر جلدی جلدی برتن صاف کیئے۔ انجم نے اپنے ننھے بھائی کو نہلا کر کپڑے بدل دیے وہ صاف ستھرا ہو کر اور بھی خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔ اور ہنس رہا تھا۔ سیما کو اپنا ننھا بھائی یاد آیا۔ جس کی طرف اس نے کبھی توجہ نہ دی تھی پھر انجم نے جلدی جلدی اپنے ابا کے رومال، موزے اور اپنی بہنوں کے چھوٹے چھوٹے کپڑے دھو ڈالے۔

اس نے پودوں کو پانی دیا تھا۔ پانی سے پودے ہرے بھرے نظر آرہے تھے۔ اب انجم نے سیما سے کہا "لو سیما اب تم میری بہن کے ساتھ کھیلو، ہم دونوں بہنیں ذرا ایک بیمار کو دیکھنے جارہی ہیں"۔ "انجم بہن" سیما بولی "مجھے بھی ساتھ لے چلو"۔ "جیسے تمہاری مرضی"۔ انجم بولی۔ "شوق سے آؤ۔ ساتھ والے گھر میں ایک بوڑھی عورت بیمار پڑی تھی۔

انجم اور اس کی بہن نے جاکر اس کا گھر صاف کیا۔ اُس کے بالوں میں کنگھی کی۔ اُسے دوا دی اور دُودھ گرم کرکے پلایا۔ بڑھیا نے دونوں بہنوں کو بہت دعائیں دیں۔ سیما نے دیکھا۔ انجم اور اس کی بہن کا چہرہ بڑھیا کی دعائیں سن کر جگمگانے لگا۔ اور وہ گنگناتے ہوئے اچھلتی کودتی گھر کی طرف لوٹیں۔ سیما خاموش تھی۔ وہ اپنے آپ کو انجم اور اس کی بہنوں کے سامنے کمتر سا محسوس کر رہی تھی۔ انجم نے رُک کر سیما سے پُوچھا۔ "کیوں سیما بہن کیا بات ہے؟" "انجم!" سیما بولی "تم نے آج اتنا کام کیا ہے پھر بھی تھکی نہیں۔ یہ کیا راز ہے میں تو تھوڑا سا کام کرکے ہی تھک جاتی ہوں" "سیما بہن" انجم بولی۔ "سچی خوشی دوسروں کی مدد کرکے ہی حاصل ہوتی ہے ہمارے ہاتھ بٹانے سے امی اور ابا کتنے خوش ہوتے ہیں۔ گھر صاف ستھرا نظر آتا ہے جو کام خوشی سے کیا جائے۔ اس سے تھکن محسوس نہیں ہوتی"۔ سیما گہری سوچ میں پڑ گئی۔ انجم بہن تم ٹھیک کہتی ہو۔ میری پیاری

امی کتنا کام کرتی ہیں۔ سائرہ کی طرح مجھے بھی ان کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔" انجم نے سیما کو گلے سے لگا لیا۔ خوشی سے دونوں کے چہرے روشن ہو گئے۔ سیما بولی انجم تم نے مجھے جگنو کی طرح راستہ دکھایا ہے۔ میں تمہاری بہت شکر گزار ہوں۔ اب مجھے میرے گھر چھوڑ آؤ۔ میں سائرہ اور امی کے پاس جانا چاہتی ہوں۔" بہت اچھا آؤ۔ انجم نے کہا اور سیما نے اپنا ہاتھ بڑھایا لیکن ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر اپنی چارپائی پر اسی طرح لیٹی تھی۔ انجم اور اس کے گھر والوں کا نام و نشان تک نہ تھا اب اُسے معلوم ہوا کہ یہ تو خواب تھا۔ چاند چھپ چکا تھا صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی دُور کہیں سے اذان کی آواز آ رہی تھی۔ سیما کی امی اور ابا وضو کر رہے تھے۔ امّی اس کے صبح اُٹھنے پر حیران تھیں۔ سیما نے پہلے نماز پڑھی۔ خدا سے دُعا مانگی پھر اس نے تمام گھر کو صاف کیا۔ آج سائرہ کی طبیعت بھی ٹھیک تھی۔ سیما اور سائرہ تمام دِن مل کر خوش خوش امّی کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔ انہوں نے دادی اماں کے بالوں میں کنگھی کی۔ ننھے کے کپڑے بدلوائے ننّھا آج بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ اس کی باجی سیما نے آج اسے چند ماموں والی لوری سنائی تھی۔

گملوں میں تر و تازہ پھول نظر آ رہے تھے کیوں کہ کئی دِن بعد انہیں پانی ملا تھا۔ امّی، ابا، دادی اماں نے سیما اور سائرہ کو بہت سی دعائیں دیں۔ سیما کا دل خوشی سے بھرپور تھا۔ اگرچہ وہ کچھ تھکی ہوئی تھی۔ مگر اداسی اور بے زاری کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

رات کو جب وہ اپنے پلنگ پر سونے کے لیے لیٹی تو وہ بولی میرے خواب کی دوست انجم تم نے مجھے نیکی کا راستہ دکھایا ہے۔ سب کو خوش دیکھ کر میرا دِل بھی کتنا خوش ہے۔ شکریہ میری پھولوں بھری وادی میں رہنے والی دوست انجم، تم نے مجھے نیکی کا راستہ دکھایا ہے سب کو خوش دیکھ کر میرا دِل بھی کتنا خوش ہے " اور پھر سیما، انجم اور اس کی بہنوں والا خوشی کا نغمہ گنگناتی ہوئی آرام کی نیند سو گئی۔

اسکاؤٹ مُصافحہ۔

ساری دنیا کے اسکاؤٹس بائیں ہاتھ سے مُصافحہ کرتے ہیں جو ان کی دوستی، رفاقت اور ایک دوسرے پر اعتماد کا مظہر ہے۔

اسکاؤٹ سلام۔

اسکاؤٹ سلام ہمیشہ تین انگلیوں سے کیا جاتا ہے یہ تین انگلیاں اسکاؤٹ وعدے کے تین حصول اور قائدِ اعظم کے تین اُصولوں اتحاد، تنظیم اور یقین پر عمل پیرا ہونے کی یاد دہانی کراتی ہیں۔

طلسمی آئینے کا موجد

محمد سلیم مغل

رات کی طوفانی بارش نے ٹیلی فون کے بہت سے تار توڑ دیئے تھے جو گلی میں جا بجا بکھرے ہوئے تھے صبح سویرے ایک کوچوان بے خبری کے عالم میں اپنی گھوڑا گاڑی پر بیٹھا ہوا گلی سے گذرا تو ایک ٹوٹا ہوا تار اس کی ٹھوڑی سے ٹکرایا اور کوچوان زمین پر آ رہا۔ اسے شدید چوٹیں آئیں اور گاڑی کو بھی نقصان پہنچا۔ کوچوان مغلظات بکتا ہوا اٹھا اور سیدھا نیشنل ٹیلی فون کمپنی کے دفتر پہنچ کر ہنگامہ شروع کر دیا..... اس کا مطالبہ تھا کہ اسے اس حادثے کا ہرجانہ دیا جائے کیونکہ یہ حادثہ محکمہ ٹیلی فون کی غفلت کے باعث پیش آیا ہے.... کمپنی کے تقریباً سبھی لوگ کوچوان کے اس واویلا پر حیـران تھے کیونکہ ان کی معلومات کے مطابق قصبے کے تمام پول پر لگے ہوئے تار بالکل ٹھیک تھے اور ٹیلی فون کا نظام بھی بغیر کسی خرابی کے کام کر رہا تھا.. تو پھر وہ کون سے تار تھے جس سے کوچوان ٹکرایا اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے کمپنی کے چند لوگ کوچوان کی نشاندہی پر اس گلی میں پہنچے جہاں یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ واقعی یہاں تو ہر طرف تار بکھرے ہوئے تھے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ تار محکمۂ ٹیلی فون کے نہیں تھے..... تو پھر یہ تار کہاں سے آئے؟ تحقیق پر پتہ چلا کہ قصبے میں کسی نے ٹیلی فون کا اپنا نظام قائم کر رکھا ہے..... یہ حیرت کی بات تھی لیکن سب سے زیادہ حیرت تو اس وقت ہوئی جب پتہ چلا کہ اس غیر قانونی نظام کو قائم کرنے کا ذمہ دار ایک ۱۲ سالہ بچہ ہے جس کا نام "لوگی" ہے.... لوگی قصبے کے معزز پادری کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔

لوگی کی شکایت اس کے پادری باپ سے ہوئی.... باپ نے لوگی کو خوب ڈانٹا ڈپٹا اور ساتھ ہی لوگی کے تیار کردہ ٹیلی فون کے نظام کے بچے کھچے حصوں کو بھی ختم کر دیا... "کوئی بات نہیں" لوگی نے کہا "میں کچھ اور کروں گا" یہ چھوٹا سا جملہ اس کے عزم کا مظہر تھا اور صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی اور منصوبہ تیار کر چکا ہے.... یہی عزم ہے

جو انسان کو کسی بڑے کام کے لیے تیار کرتا ہے اور خود اعتمادی کا یہی وہ انداز ہے جو چھوٹے سے انسان کو بڑے بڑے کارناموں کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔

باپ کی ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود برقیات میں لوگی کی دلچسپی کم نہ ہوئی اور وہ چھوٹی سی عمر میں تجربے کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے چند دنوں میں ایک چھوٹا سا ڈائینمو بنالیا جو پانی سے چلتا تھا۔ اور پورے گھر کو بجلی فراہم کرتا تھا...... لوگی کا گھر بستی کا پہلا مکان تھا جو خود ساختہ مشین کی روشنی سے جگمگا رہا تھا....

اسکاٹ لینڈ میں ڈمبرٹن شائر کے قریب ایک خوبصورت جھیل کے کنارے ہیلنز برگ نام کی ایک بستی تھی جہاں لوگی پیدا ہوا...... یہ بستی کبھی ماہی گیروں کا ایک گاؤں تھی مگر اب تو ایک شہر بن چکی ہے بستی کے ایک باغ میں پرانی طرز کا پتھروں سے بنا ہوا ایک خوبصورت مکان تھا جس میں علاقے کا پادری ریونڈر جان بیئرڈ اپنے خاندان کے ساتھ رہتا تھا.....

پادری اپنے علاقے میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا اور لوگ ہر ہفتے باقاعدگی سے اس کا وعظ سننے کے لئے آتے تھے..... ریونڈر کی خواہش تھی کہ اس کا بیٹا لوگی بھی بڑا ہو کر پادری بنے۔ اور ابھی سے مذہبی معاملات میں دلچسپی لے مگر لوگی کو تو بس برقیات کا بھوت سوار رہتا..... اس کا مطالعہ اس کے تجربات سبھی کا محور بجلی کی وہ قوت تھی جس سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں۔

پندرہ سال کی عمر میں لوگی نے دوستوں کی مدد سے فوٹوگرافی کا ایک کلب بنایا اور اسی دوران ایک پرانی سی لالٹین سے ایک ایسا آلہ تیار کر لیا جس سے ہر چیز اپنی اصل سے کئی گنا بڑی نظر آتی..... پھر چند ہی دنوں میں لوگی فوٹوگرافی کی ایک نئی تکنیک دریافت کر چکا تھا.... وہ سوتے ہوئے اپنی تصویر لے سکتا تھا اور یہ یقیناً حیرت کی بات تھی۔ سترہ سال کی عمر میں لوگی نے برقیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گلاسگو کے رائل ٹیکنیکل کالج میں داخلہ لیا اس کے پادری باپ کی اب بھی یہی خواہش تھی کہ وہ فیل ہو جائے اور بالآخر پادری بنے.... مگر شائد قدرت نے لوگی سے کوئی بڑا کام لینے کا تہیہ کر لیا تھا...... وہ بڑا کام کیا تھا؟ ہم آپ کو آگے چل کر اس کی بابت بتائیں گے۔

لوگی بہت جلد گلاسگو کالج اور یونیورسٹی کا رکن بن گیا..... وہ اپنی عمر اور تعلیمی اداروں کے دائرہ اختیار سے آگے بڑھ کر کچھ کرنا چاہتا تھا اور تعلیمی ادارے اس کی تمام خواہشات کو نہ تو پورا کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے نت نئے تجربات کی اجازت دے سکتے تھے..... "کوئی بات نہیں" لوگی نے پر عزم ہو کر کہا اور چند ہی روز میں اپنے گھر کے باورچی خانے میں ایک تجربہ گاہ بنالی.... وہ یہ بات اچھی طرح جان چکا تھا کہ سیلینیم سیل کے ذریعہ روشنی کو بجلی کے اشارات میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سیلینیم پر جتنی

روشنی ڈالی جائے اسی کے مطابق برقی لہروں کی مزاحمت بدلتی رہتی ہے ....اس کے سارے تجربوں کی بنیاد اس کا یہی خیال تھا..... اُسے یقین تھا کہ اس اصول پر تجربے کرتے رہنے سے بلآخر مقناطیسی رو کے ذریعہ تصویر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنا ممکن ہو جائے گا۔ جو وہ تجربات کرتا رہا .....فوری طور پر تو کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہ آیا۔ البتہ لوگی نے سورج کی روشنی سے گھنٹی بجانے کا کام لے لیا۔ یوں گویا سولر سسٹم کی باقاعدہ دریافت سے قبل ہی لوگی نے سورج کی قوت سے فوائد حاصل کرنے کے راز کو پالیا تھا۔

لوگی اب بچہ نہیں رہا تھا بلکہ سنجیدہ عمر کی حد میں داخل ہو گیا تھا۔ تندرست و توانا ذہن رکھنے والا لوگی جس کا پورا نام جوہن لوگی بیئرڈ تھا کبھی بھی اچھی صحت کا مالک نہیں رہا..... بچپن سے بیمار رہا بلکہ بچپن میں تو اس کی خراب صحت کی وجہ سے اسے اسکول بھیجنے میں بھی والدین کو تامل ہوا کہ کہیں اس کی طبیعت اور زیادہ خراب نہ ہو جائے۔ خرابیٔ صحت کے باوجود اس کے جنون میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی.... سادہ سا لباس پہننے والا اور عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرنے والا جوہن لوگی بیئرڈ ہر وقت اپنے خیالوں کی دنیا میں کھویا رہتا۔

شاید وہ کوئی ایسا کارنامہ کرنا چاہتا تھا جو سائنس کی دنیا میں اس کے نام کو صدیوں تک زندہ رکھ سکے۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی ایجادات کے باوجود وہ سمجھتا تھا کہ اسے جو کرنا ہے وہ یہ سب کچھ نہیں ہے۔

یہ پہلی جنگ عظیم کا واقعہ ہے جب جرمن جہازوں نے اس کی لیبارٹری پر ایک بم گرایا.....وہ خود تو بچ گیا مگر تجربہ گاہ برباد ہو گئی..... کوئی بات نہیں۔ موجدوں کی زندگی میں ایسے حادثات، تو آتے رہتے ہیں لوگی نے ایک بار پھر بڑے عزم سے کہا اور ایک نئی تجربہ گاہ کی تعمیر شروع کر دی.... لوگی کبھی نہیں گھبرایا۔ اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری..... ہاں مگر اپنی بیماری سے تنگ آ کر اس نے بار ہا سوچا کہ وہ سائنسی تحقیق سے کنارہ کش ہو جائے۔ اور اس نے ایسا کیا بھی..... کچھ عرصے کے لیے اس نے کاغذ کے موزے بنا کر فروخت کرنا شروع کیے جو بہت کامیاب رہے۔ یہ موزے سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈے رہتے۔ خود لوگی کی اصل تکلیف بھی یہی تھی، اس کے پاؤں اکثر ٹھنڈے ہو جایا کرتے..... یہ موزے یوں سمجھ لیجئے کہ ضرورت کے تحت ایجاد ہوئے اور انہیں بہت مقبولیت ملی۔

اس نے کچھ عرصے تک مختلف انداز کی تجارت بھی کی مگر اسے کچھ راس نہ آیا... لوگی نے بوٹ پالش بنا کر بیچی صابن کا کاروبار کیا مگر کچھ بھی زیادہ عرصے تک نہ چلا۔ مربہ بنایا مگر کمبخت مچھر مربے میں جا گھستے اور مربے کو مچھروں سے پاک رکھنے کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا یوں بھی اُسے مربے کی تیاری اور فروخت کا کوئی زیادہ تجربہ نہ تھا۔ آسٹریلیا سے شہد منگا کر بیچا مگر یہ کاروبار بھی منفعت بخش ثابت نہ ہوا.....

لوگی بیمار رہنے لگا.... اس نے دنیا کے کئی صحت افزاء مقامات پر بھی کافی وقت گذارا تاکہ اس کی طبیعت اچھی ہو جائے .. لوگی نے بالآخر تجارت بھی ترک کی اور دوبارہ سائنس کی دنیا میں آگیا اس بار وہ پختہ عزم سے واپس آیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ تصویر کو برقی سگنل کے ذریعے ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کرے.... یہی اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی . بالآخر وہ دن بھی آگیا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو لوگی بیئرڈ کی زندگی ایک خوشگوار تجربے سے دوچار ہوئی اس نے ایک مشین بنائی جس کے سامنے ایک مصنوعی چہرہ رکھا رہتا تھا.... وہ اسی چہرے کو شیشے کے اسکرین پر دیکھنا چاہتا تھا..

دنیا کا سب سے پہلا ٹیلے ویژن جسے جوہن لوگی بیئرڈ نے ایجاد کیا!

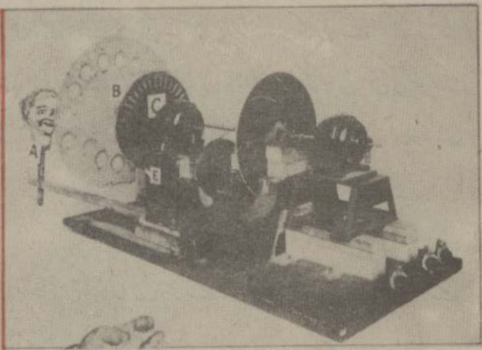

.... اور پھر اسے یقین نہیں آیا جب چہرہ اسکرین پر واضح ہونا شروع ہو گیا.... آنکھیں ناک، بال، بھویں سب کچھ صاف نظر آنے لگا.... یہ گویا دنیا کے پہلے ٹیلی ویژن کی پہلی تصویر تھی..... اب اسے ایک ہی شوق تھا کہ جلدی سے وہ کوئی سچ مچ کا چہرہ پکڑ لائے اور اس کی تصویر کو شیشے کے اسکرین پر دیکھے .... اسے فوری طور پر فلم کے دفتر کا ایک پندرہ سالہ چپڑاسی ملا جس کا نام ولیم ٹینینٹن تھا.... لوگی نے چند ہی لمحوں میں اس کی تصویر کو اور پھر اپنی تصویر کو اسکرین پر نمودار کر دکھایا۔

اس واقعے کے ساتھ ہی انسان نے ایک بہت بڑی جست لے لی تھی۔ اب دنیا بھر کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا ممکن ہو گیا تھا اور یہ سب کچھ لوگی کی وجہ سے ممکن ہوا تھا. جلد ہی اس نے رائل انسٹی ٹیوشن کے ممبرز کو دعوت دی... ممبرز کے سامنے دنیا کے پہلے ٹیلی ویژن نے کامیاب تجربہ کیا.... اس تجربے کے بعد لوگی کے نام کے ڈنکے بج گئے..... اسے اور اس کی ایجاد کو بے حد شہرت ملی..... اب تو ہر طرح کی مالی پیش کش بھی ہونے لگی تھی..... اب یہ پیش کش اُسی شخص کو ہو رہی تھی جسے تجربے کی کامیابی سے قبل لوگ ایک دھیلا بھی دینے کو تیار نہ تھے.... کسی نے اُسے پاگل قرار دیا کسی نے دیوانہ لیکن سچ کہا ہے کسی نے کہ لگن سچی ہو اور نیت صاف ہو تو منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

لوگی کا پہلا ٹیلی وژن آج بھی کنگسٹن کے سائنس میوزیم میں موجود ہے۔ شروع میں اس کی ایجاد میں بہت زیادہ دلچسپی نہیں لی گئی۔ مگر بعد میں تو برطانوی پارلیمنٹ تک نے اس کے لیے قراردادیں منظور کیں۔ فروری ۱۹۲۸ء میں لوگی نے لندن سے نیویارک تصویر کو کامیابی سے بھجوا کر پوری دنیا کو ناقابل یقین حیرت میں ڈال دیا۔ دسمبر ۱۹۲۸ء۔ جو بن لوگی بیئرڈ ٹیلی وژن کی رنگین تصویروں کے کامیاب تجربات کر چکا تھا۔

بی بی سی لندن ہمیشہ لوگی کا مخالف رہا اور اس کی ایجاد کو رقیبانہ نظر سے دیکھتا رہا آخر کار بی بی سی سے یہ جھگڑا بھی ختم ہو گیا.... جون ۱۹۴۶ء میں دوسری جنگ عظیم میں فتح کی عظیم الشان پریڈ ٹیلی وژن سے دکھائی جا رہی تھی جسے دنیا کے لاکھوں لوگ حیرت خوشی اور استعجاب سے دیکھ رہے تھے۔ فتح کی اس پریڈ کے چھٹے دن بعد ابلاغ کی دنیا میں انقلاب برپا کرنے والا یہ عظیم موجد اٹھاون سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گیا....۔

تیراکی کی تربیت

ابوالطیب طبری نے اپنا چمڑے کا جوتا ایک موچی کو مرمت کے لئے دیا۔ موچی بہت مصروف رہتا تھا ابوالطیب طبری اس کے پاس شام کو جوتا واپس لینے گئے جب موچی نے انہیں آتے دیکھا۔ ان کا جوتا لیا اور اسے اپنے پاس رکھے ٹب میں ڈبکیاں دینے لگا اور جواب دیا" جناب تھوڑی دیر بعد لے لیجئے گا۔ ابوالطیب نے کئی چکر لگائے وہ ہر بار یہی عمل دہراتا اور کہتا تھوڑی دیر بعد لے لیجئے گا تنگ آ کر ایک بار ابوالطیب نے موچی سے کہا "میں نے تمہیں جوتا مرمت کے لئے دیا ہے اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے تیراکی کی تربیت دو۔

سب سے زیادہ وزنی

آسٹریا کا رہنے والا ایلبرٹ پرنٹش دنیا کا سب سے زیادہ وزنی انسان تسلیم کیا گیا ہے۔ پیدائش کے وقت اس کا وزن تیرہ پونڈ تھا۔ پندرہ برس کی عمر میں اس کا وزن ۱۸۰ کلو ہو چکا تھا اور اب ۲۹ برس کی عمر میں اس کا وزن ۲۹۷ کلو ہے۔ ایک بار وہ چودہ مرغ اور ساڑھے سات لیٹر مشروب ایک ہی وقت میں پیٹ میں ڈال کر ہضم کر گیا تھا، اس کے موٹاپے کا اندازہ اس سے کریں کہ اسے عالمی نمائش میں جاپان لے جانا تھا، اس کے لئے جاپان ائیر لائنز کے مسافر بردار طیارے جمبو جیٹ کی فسٹ کلاس سے چھ سیٹیں نکال کر ایک سیٹ فٹ کی گئی تھی جو چھ سیٹوں جتنی تھی۔ سیفٹی بیلٹ اس کے موٹاپے کے مطابق بنائی گئی تھی، اس کی سیٹ کے نیچے طیارے کے فرش کو خاص طور پر مضبوط کیا گیا تھا، اسے طیارے پر مشینی طریقے سے سوار کیا گیا،

دودھ اور مکھن کا
شیریں احساس
رائل بٹر ٹافی
رائل چاکلیٹ ٹافی
Butter Toffee
Chocolate Toffee
Royal
رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24-سی-ایس-آئی-ای-گوجرانوالہ

حق اسکواڈ

اِخلاق احمد

پکنک

پہلا حصّہ

"حق اسکواڈ" ان دنوں بالکل فارغ تھا۔

چاروں ارکان امتحانوں میں پاس ہو چکے تھے اور اب چھٹیاں گزار رہے تھے۔

صبح ناشتے کے بعد وہ اپنے غار نما "ہیڈ کوارٹر" پہنچ جاتے تھے۔ وہاں وہ چاروں اپنے اپنے کاموں میں مہارت حاصل کرنے کے لئے مشق کرتے رہتے تھے۔ شہریار جوڈو اور کراٹے کی پریکٹس کرتا رہتا تھا۔ سرفراز باڈی بلڈنگ میں مصروف رہتا تھا۔ ضیاء اپنی رفتار میں اضافہ کرنے کے لئے مسلسل تیز بھاگتا رہتا تھا اور شہزاد بجلی کے مختلف آلات اور لوہے کے نالوں وغیرہ میں سر کھپاتا رہتا تھا۔

دوپہر کو وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ کھانا کھانے اور آرام کرنے کے بعد شام کو پھر ہیڈ کوارٹر میں جمع ہوتے تھے۔

دن یونہی گزرتے جا رہے تھے

اور ایک دن شہریار نے ان سب کے سامنے ایک دلچسپ تجویز رکھ دی۔

"بھائیو۔" اس نے کہا۔ "ہمیں اپنے ہیڈ کوارٹر سے باہر بھی نکلنا چاہئے۔ کیوں نہ ہم لوگ پکنک پر چلیں۔؟"

" پکنک۔!" سرفراز نے حیرت سے کہا۔
" پکنک۔!! ضیاء اور شہزاد نے ایک ساتھ دہرایا۔
چند لمحے خاموش رہنے کے بعد سب نے ایک ساتھ خوشی سے نعرہ لگایا۔" پکنک۔ پکنک"
ذرا سی دیر میں پکنک کا پروگرام طے پا گیا۔ شہریار کو آلو چھولے لانے تھے۔ شہزاد کو روٹیوں اور چائے کا بندوبست کرنا تھا۔ ضیاء کو سالن اور سویٹ ڈش لانی تھی۔ اور سرفراز کو پلیٹیں، چمچے، کپ اور دوسری ضروری چیزوں کے ساتھ مچھلی کی ڈور اور کانٹوں کا بھی انتظام کرنا تھا۔
" کل شام ہم لوگ دریا کی جانب روانہ ہوں گے۔" شہریار نے کہا۔" رات وہیں گزاریں گے اور صبح واپس آئیں گے۔"
" رات وہیں گزاریں گے۔؟" ضیاء نے حیرت سے پوچھا۔
" مگر..... کیسے۔؟" شہزاد نے اِدھر اُدھر حیرت سے دیکھا۔
شہریار مسکرایا۔" اسی طرح جیسے ایک اچھا اسکاؤٹ گزارتا ہے۔ ہمارے پاس دریا کے کنارے کیمپ لگانے کا سارا سامان ہوگا۔"
سرفراز، ضیاء اور شہزاد کو اچانک یاد آیا کہ ایک سال قبل ہی وہ اسکاؤٹس کی حیثیت سے باقاعدہ تربیت حاصل کر چکے ہیں۔
سرفراز نے کہا" میرے پاس خیمہ وغیرہ موجود ہے۔ میرا خیال ہے سب ہی کے پاس ہوگا۔"
سب نے اثبات میں سر ہلائے۔
پھر شہریار نے ان سب کو ضروری اشیاء کے بارے میں بتایا۔" ہم سب کے پاس یہ تمام چیزیں ضرور موجود ہونی چاہئیں۔ ایک اسکاؤٹ جب بھی کوئی سفر اختیار کرے تو اس کے پاس تمام سامان چھوٹا چاقو، طبّی امداد کا سامان، رسّی، سوئی دھاگا، خیمہ اور اسکاؤٹنگ کی تربیت ہونی چاہیئے۔ اسکاؤٹ ہر وقت کسی بھی پریشانی کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور خراب سے خراب حالات میں بھی مصیبت پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"
سرفراز نے کہا۔" بھائی شہریار۔ تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے خدانخواستہ پکنک منانے نہیں، کسی مصیبت میں گرفتار ہونے جا رہے ہیں۔"
" میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" شہریار بولا۔" میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہمیں ہر وقت چوکنّا رہنا چاہیئے۔ ویسے بھی اب" حق اسکواڈ" کی شہرت پھیلتی جارہی ہے۔ دوستوں کے ساتھ ساتھ یقیناً

ہمارے دشمنوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہوگا۔"

ضیاء نے کہا۔" شہریار ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہم سب کو ہر وقت مستعد اور چوکنا رہنا چاہیئے۔"

پھر وہ اگلے دن منائی جانے والی پکنک کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

اگلے روز شام کے چھ بجے وہ چاروں سامان اٹھا کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

دریا وہاں سے چار پانچ میل دور تھا۔

وہ سامان اٹھائے، ہنستے کھیلتے چلتے رہے۔ ہر جانب ہریالی تھی۔ بہار کے موسم نے ہر پودے کو ہر درخت کو سرسبز کر دیا تھا۔

وہ پھول چُنتے، باتیں کرتے چلتے گئے۔

جب وہ دریا کے پاس پہنچے تو ان کی آنکھوں نے سورج ڈوبنے کا دلکش نظارہ دیکھا۔ آسمان سرخ ہو رہا تھا اور ڈوبتے سورج کی کرنیں دریا کے پانی پر جھلملا رہی تھی۔

شہریار نے جھاڑیوں کی اوٹ میں سبز گھاس پر ایک جگہ سامان رکھتے ہوئے کہا۔" اس سے پہلے کہ سورج غروب ہو اور اندھیرا چھا جائے، ہمیں خیمہ وغیرہ لگا لینا چاہیئے۔"

وہ چاروں اچانک کسی مشین کی طرح کام کرنے لگے۔

چند منٹ کے اندر اندر خیمہ لگ چکا تھا، دریاں بچھائی جا چکی تھیں، ایک جانب کھانے پینے کا سامان وغیرہ ترتیب سے رکھا جا چکا تھا۔

وہ سارا کام کر کے خیمے سے باہر نکلے تو باہر چڑیوں کے چہچہانے کا شور تھا اور ہلکی روشنی باقی رہ گئی تھی۔ شام ہونے پر گھروں کو لوٹنے والے پرندوں کے غول ان کے سروں پر سے گزر رہے تھے۔

ان چاروں نے اس حسین منظر کو دیکھا۔

پھر انھوں نے چائے بنانے کی تیاری شروع کی۔ شہریار نے اردگرد پڑی ہوئی سوکھی لکڑیاں جمع کیں اور انہیں خیمہ سے کچھ دُور جمع کر کے آگ جلائی۔ ضیاء ایک چھوٹی پتیلی میں دریا سے پانی بھر کر لایا اور اسے شہریار کے بنائے ہوئے چولہے پر رکھ دیا۔ ذرا سی دیر میں پانی اُبلنے لگا تو سرفراز نے چائے بنائی اور چار مگ بھر کر سب کے سامنے رکھ دیئے۔

وہ چائے پیتے رہے اور ان کے گرد رات کا اندھیرا پھیلتا گیا۔ اس خوبصورت جگہ پر دریا کی لہروں کی آواز کے سوا کچھ نہ تھا۔

سب چائے پی چکے تو شہزاد نے برتن دھوئے اور پھر آگ بجھانے کے بعد خیمے کے اندر سے مچھلیاں پکڑنے کی ڈوریں اور کانٹے نکال لایا۔

"سرفراز نے کہا۔" اب شروع ہوتا ہے۔ مچھلیاں پکڑنے کا مقابلہ۔ اگلے ایک گھنٹے میں جو بھی سب سے زیادہ مچھلیاں پکڑے گا، اسے پکنک کا چیمپئن تسلیم کرلیا جائے گا۔"

وہ سب اپنے اپنے کانٹوں میں ایک ایک کیچوا پھنسا کر ڈوریں پانی میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔

پانچ منٹ گزر گئے۔

دس منٹ گزر گئے۔

پندرہ، بیس، پچیس منٹ گزر گئے۔

بالآخر شہزاد نے کہا۔" مقابلہ شروع ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے۔ لیکن ہم مقابلہ شروع کرنے سے پہلے یہ طے کرنا بھول گئے کہ اگر ہم میں سے کوئی بھی مچھلی نہ پکڑ سکا تو کیا ہوگا۔؟

سرفراز بولا۔" یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں مچھلیاں پکڑنے میں اتنی مہارت رکھتا ہوں۔"

بس ذرا دیر صبر کرو۔ پھر دیکھنا مچھلیوں کا ڈھیر لگا دوں گا۔ میں مچھلیاں پکڑنے کا چیمپئن ہوں۔"

ضیاء ہنسا۔" چیمپئن صاحب آدھے گھنٹے میں ایک جھینگا بھی نہیں پکڑ سکے ہیں۔"

اچانک شہر یار چلایا۔" آ گئی۔!"

پھر اس نے اپنی ڈور کو جھٹکا دیا اور اپنی طرف کھینچ لیا۔ کانٹے میں ایک مچھلی پھنسی ہوئی تھی۔

شہر یار نے اسے کانٹے سے نکال کر دور خیمے کے پاس گھاس پر پھینک دیا۔ مچھلی کچھ دیر اچھلتی رہی۔ پھر ساکت ہوگئی۔

" یار کمال ہوگیا۔" سرفراز بولا۔" یعنی چیمپئن میں ہوں اور مچھلی شہر یار نے پکڑ لی ہے۔ میرا خیال ہے جس جگہ میں بیٹھا ہوں، یہاں مچھلیاں نہیں ہیں۔ میں ذرا آگے جا کر بیٹھتا ہوں۔"

وہ اٹھا اور ان سے کچھ فاصلے پر ڈور پانی میں ڈال کر بیٹھ گیا۔

ضیاء نے اسے آواز دے کر کہا۔" بھائی سرفراز۔ جس جگہ تم جا کر بیٹھے ہو، اگر وہاں بھی مچھلی نہیں پھنسی تو کیا کرو گے۔"؟

سرفراز نے گردن گھما کر غصے سے ضیاء کو دیکھا اور بولا۔" میں اور آگے چلا جاؤں گا۔"

" اگر وہاں بھی مچھلی ہاتھ نہ آئی تو۔؟"

" اور آگے چلا جاؤں گا۔"

شہر یار نے کہا۔" میرا خیال ہے کہ رات بھر یہ آگے ہی چلتا رہے گا اور جس طرح دریا سمندر میں جا گرتا ہے، یہ بھی سمندر میں غوطہ کھائے گا۔"

خاموشی میں تین قہقہے گونجے۔ سرفراز خاموش بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد شہزاد نے نعرہ لگایا۔" آ گئی۔!" اس نے ڈور پانی سے نکالی تو کانٹے میں ایک مچھلی پھنسی ہوئی تھی۔

ابھی وہ مچھلی کانٹے سے نکال ہی رہا تھا کہ ضیا نے نعرہ مارا۔" آگئی۔!" اس نے بھی ایک مچھلی پکڑ لی تھی۔

دور سرفراز منہ بنائے بیٹھا تھا۔ اس کے تینوں دوستوں نے ایک ایک مچھلی پکڑ لی تھی اور اس کے کانٹے پر اب تک کسی مچھلی نے منہ نہیں مارا تھا۔

ہر طرف چھائی ہوئی خاموشی میں سرفراز کے حساس کانوں نے سب سے پہلے وہ آواز سنی۔

"شہر یار۔!" اس نے مڑ کر کہا۔" یہ کیسی آواز ہے۔؟"

سب نے غور سے وہ آواز سننے کی کوشش کی۔

یہ ایک موٹر سائیکل کی آواز تھی جو ابھی بہت دور تھی۔

ضیا نے کہا۔" شاید کوئی رات کے وقت پکنک منانے اس طرف آرہا ہے۔"

شہر یار بولا۔" مگر رات کے وقت کون پکنک مناتا ہے۔؟"

وہ چاروں خاموش ہو گئے۔

موٹر سائیکل کی آواز اب قریب آتی جا رہی تھی۔

اچانک شہر یار بولا۔" میرا خیال ہے کہ ہمیں احتیاطی تدابیر اختیار کر لینی چاہئیں۔ سب لوگ اپنی اپنی ڈوریں لپیٹ لیں۔" پھر وہ اٹھا اور خیمے کی طرف بھاگا۔

چند لمحے کے اندر اندر اس نے خیمہ گرا دیا۔

دور ایک موٹر سائیکل کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ موٹر سائیکل اسی جانب آرہی تھی۔

شہر یار نے کہا۔" سب لوگ جھاڑیوں کی آڑ میں لیٹ جائیں۔"

وہ چاروں جھاڑیوں کے پیچھے لیٹ گئے۔ لیکن ان کی نظریں موٹر سائیکل کی روشنی کی طرف ہی تھیں۔ اردگرد چھائے ہوتے اندھیرے میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہاں چار لڑکے لیٹے ہوئے ہیں۔

موٹر سائیکل ان سے تقریباً سو گز دور دریا کے کنارے آکر رک گئی۔ اس کی لائٹ بند ہوئی۔ چلانے

والا اترا اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس نے پیچھے رکھی ہوئی ایک بوری اٹھائی۔ پھر وہ دریا کی طرف بڑھا۔
"یہ کیا کر رہا ہے۔؟" سرفراز نے سرگوشی میں کہا۔
"یہ کوئی بوری ہے جسے وہ دریا میں پھینک رہا ہے۔" ضیا نے سرگوشی میں ہی جواب دیا۔
اندھیرے میں وہ آدمی محض ایک سایہ لگتا تھا۔ شہزاد نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی دوربین نکالی اور اسے غور سے دیکھنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی تیز سرگوشی سب نے سنی۔" وہ بوری ہل رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے...... جیسے بوری میں کوئی بند ہے۔!!"
وہ آدمی بوری اٹھائے اٹھائے ایک چھوٹی سی چٹان پر چڑھا جو دریا کے کنارے بنی ہوئی تھی۔ چٹان کے آخری سرے پر جا کر اس نے پھر چاروں طرف دیکھا اور ہاتھ بلند کر کے بوری کو دریا میں پھینک دیا۔ ایک زوردار چھپاکا ہوا۔
"شہریار۔" سرفراز نے مڑ کر سرگوشی میں شہریار سے کچھ کہنا چاہا لیکن شہریار غائب ہو چکا تھا۔
ان تینوں نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔
"وہ رہا شہریار۔" شہزاد نے آہستہ سے کہا۔ شہریار گھاس پر دبے پاؤں چلتا ہوا دریا کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ ان تینوں نے اسے خاموشی سے دریا میں اترتے دیکھا۔
وہ اتنی خاموشی سے پانی میں اترا کہ کوئی آواز تک نہیں ہوئی۔ دریا میں اترتے ہی وہ پانی کے نیچے غائب ہو گیا۔
بوری کو دریا میں پھینکنے والا آدمی چٹان سے اُترا اور موٹر سائیکل کی طرف بھاگا۔ ایک گرج کے ساتھ موٹر سائیکل اسٹارٹ ہوئی اور چند لمحوں کے اندر وہ شخص ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔
وہ تینوں اٹھ کر دریا کی طرف بھاگے۔
کنارے پر پہنچ کر شہزاد نے کہا۔" تم دونوں یہیں ٹھہرو۔ میں شہریار کی مدد کرنے جا رہا ہوں۔"
یہ کہہ کر اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔
پانی کا بہاؤ تیز نہیں تھا اور وہ چاروں تیرنا جانتے تھے۔
شہزاد تیرتا ہوا آگے بڑھا۔
ہلکی موجوں کے درمیان اس نے شہریار کو دیکھا جو ایک ہاتھ سے بوری تھامے، کنارے کی جانب تیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بوری کا وزن زیادہ تھا اور اسے پانی کی سطح سے اوپر رکھنا بہت مشکل تھا۔
شہزاد تیرتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ دونوں نے مل کر بوری تھامی اور کنارے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

آہستہ آہستہ کنارہ قریب آتا گیا۔
سرفراز اور ضیاء نے مل کر بوری کھینچی اور اسے گھسیٹتے ہوئے گھاس پر لے آئے۔
سرفراز نے چھوٹے چاقو کی مدد سے بوری کاٹی۔
اور پھر ان کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔!!
بوری کے اندر ایک لڑکا بیہوش پڑا ہے۔
شاید اس کے پیٹ میں پانی چلا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بیہوش ہوگیا تھا۔
ان چاروں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ایسی صورت میں کیا کرنا ہوتا ہے۔ اسکاوٗٹنگ کی تربیت حاصل کرنے کے دوران انہیں ایسی باتیں اچھی طرح سمجھا دی گئی تھیں۔
انہوں نے لڑکے کو جو انہی کی عمر کا تھا، الٹا کیا اور اس کا پیٹ دبانا شروع کیا۔ پیٹ دبتے ہی اس کے منہ سے پانی نکلنے لگا۔ وہ پانی جس کی بدولت وہ بیہوش ہوگیا تھا۔
پھر سرفراز نے اس لڑکے کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر پھونکیں مارنی شروع کیں۔ مصنوعی طور پر سانس دینا اس وقت بہت ضروری تھا۔ ذرا سی دیر میں لڑکے کی سانس چلنے لگی۔
"شکر ہے خدا کا۔" شہریار نے کہا۔ "ہم اسے بچانے میں کامیاب ہو گئے۔"
سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔
کچھ دیر بعد وہ لڑکا ہوش میں آگیا۔
اس نے آنکھیں کھول کر ان چاروں کو دیکھا۔ پھر اچانک اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔
ضیاء اور شہزاد نے اسے پکڑ کر پھر لٹا دیا۔
"چھوڑ دو۔ چھوڑ دو مجھے۔!" لڑکے نے خوفزدہ انداز میں کہا۔
"آرام سے لیٹے رہو بھائی۔" سرفراز نے کہا۔ "زیادہ اُچھلو کودو گے تو پھر بیہوش ہو جاؤ گے۔"
لڑکا خاموش لیٹا انہیں دیکھتا رہا۔
"کیا نام ہے تمہارا۔؟" شہریار نے پوچھا۔
لڑکے نے خوفزدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر بولا۔ "میرا نام اختر ہے۔ مگر تم لوگ کون ہو؟ اور میں کہاں ہوں۔؟
"ہم تمہارے دوست ہیں۔" شہریار نے کہا۔ "اور تم اس وقت ہمارے ساتھ دریا کے کنارے پکنک

منار ہے ہو۔"

اختر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ "کیا تم لوگوں نے مجھے دریا سے نکالا ہے۔؟"

"ہاں۔" سرفراز بولا۔ "تم ایک بوری میں لیٹے دریا کی سیر کر رہے تھے۔ ہمیں بوری کی ضرورت تھی۔ بوری کے ساتھ تم بھی ہمارے پاس آگئے۔"

"مگر ...." اختر نے ان چاروں پر ایک نظر ڈال کر کہا۔ "مگر ماموں جان کہاں ہیں۔؟"

سرفراز ہنسا۔ "ماموں جان تو موٹر سائیکل پر بیٹھ کر فرار ہو گئے۔ تم اب ماموں جان کی فکر نہ کرو۔ آرام سے پکنک مناؤ۔ اب ہم لوگ کھانا کھائیں گے۔ تم ہماری مدد کرو۔ کھانے کے بعد ہمیں تفصیل سے بتانا کہ ماموں جان نے پیارے بھانجے کو بوری میں بند کر کے دریا میں کیوں ڈبکی دی تھی۔ ٹھیک ہے۔؟"

اختر نے جھجکتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔"

ان چاروں نے مل کر پھر خیمہ لگایا۔

اختر حیرت سے انہیں کام کرتے دیکھتا رہا۔ اس نے کبھی ایسے پھرتیلے لڑکے نہیں دیکھے تھے۔ وہ ایک ٹیم کی طرح مل کر کام کر رہے تھے۔ شہریار نے پھر لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور مچھلیاں صاف کرنے بیٹھ گیا۔ شہزاد روٹیاں نکال کر لایا۔ ضیاء نے سالن گرم کیا۔ سرفراز نے گھاس پر دسترخوان لگایا اور پلیٹیں سجائیں۔ پھر ان سب نے مل کر مچھلیوں پر مصالحہ لگایا اور انہیں آگ پر بھوننا شروع کیا۔ ہر طرف گوشت بھوننے کی مہک پھیل گئی۔

دیکھتے دیکھتے کھانا تیار ہو گیا۔

"بسم اللہ کرو بھائی اختر۔" سرفراز نے کہا۔ "دیکھو اگر تکلّف کرو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ ہم سب کچھ کھا جائیں گے اور تم بھوکے رہ جاؤ گے۔ جس نے شرم اپنائی۔ اس کا پیٹ ہے خالی۔"

اختر نے حیرت سے ان چاروں کو دیکھا جو ذرا سی دیر میں اس کے دوست بن گئے تھے۔ جنہوں نے اس کی جان بچائی تھی۔ وہ مسکرایا اور ان چاروں کے ساتھ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کھانا ختم ہوا تو ضیاء کھیر نکال لایا۔ پیٹ بھر کر کھانا کے بعد انہوں نے چائے بنائی۔

چائے سے فارغ ہونے کے بعد وہ پانچوں دریا کے کنارے گھاس پر جا کر بیٹھ گئے۔ پھر شہریار نے کہا۔

"اب بتاؤ بھائی اختر۔ ماموں جان کا قصہ سناؤ۔"

اختر کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

"اب سے پانچ سال پہلے میرے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد میرے ماموں اور ممانی نے میری پرورش کی ذمہ داری قبول کرلی۔ پہلے پہل تو ان دونوں کا رویہ بہت اچھا تھا۔ میرے والد لاکھوں کی جائیداد کے مالک تھے۔ یہاں سے کچھ دُور ان کے باغ تھے۔ اقبال نگر میں دو بڑے بڑے مکان تھے۔ ماموں اور ممانی نے جب میری پرورش کی ذمہ داری قبول کی تو ہمارے ہی مکان میں آکر رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ان کا رویہ تبدیل ہوتا گیا۔ وہ مجھے نوکر کی طرح رکھتے تھے۔ میں چھوٹا تھا لیکن بہت جلد میری سمجھ میں آگیا کہ وہ جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ ان کے لئے بہت آسان ہوتا لیکن جائیداد کا وارث میں تھا اور میری موجودگی میں وہ اس جائیداد پر قبضہ نہیں کرسکتے تھے۔ اگر میں نہ ہوتا تو جائیداد خود بخود ان کی ہوجاتی۔ ماموں اور ممانی نے پہلے مجھے گھر سے نکالنے کی کوشش کی۔ جب میں نے گھر سے جانے سے انکار کردیا تو آج رات انہوں نے آخری حملہ کیا۔ انہوں نے مجھے ایک بوری میں بند کیا اور..... اور....!

وہ خاموش ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

سرفراز نے کہا۔ "اختر۔ رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم ایک بہادر لڑکے ہو اور بہادر لڑکے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتے ہیں۔"

شہزاد بولا۔ "اور اب تو تمہیں مقابلہ کرنے کی بھی زیادہ فکر نہیں کرنی ہے۔"

ضیاء نے کہا۔ "کیونکہ اب حق اسکواڈ تمہارے ساتھ ہے۔"!

اختر نے حیرت سے منہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ چاروں مسکرا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں دمک رہی تھیں۔

"حق اسکواڈ۔!" اختر نے حیرت سے کہا۔ "یہ کیا ہے۔؟"

شہریار ہنسا۔ "یہ تمہارا دوست ہے۔ اور تمہارے ماموں جان کا دشمن ہے۔ اب اٹھ کر کھڑے ہوجاؤ۔ ہمیں تمہارے ماموں جان کے گھر پہنچنا ہے!"

اختر کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ "ابھی۔؟ اس وقت۔؟"

"ہاں۔" شہریار نے کہا۔ "ابھی اور اسی وقت۔"

وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"حق اسکواڈ" ایک بار پھر میدان میں اتر آیا تھا۔!!!

پھر کیا ہوا ——— ؟

اختر کے ماموں جان سے حق اسکواڈ کا ٹکراؤ۔

چار نوجوانوں کی ذہانت کا حیرت انگیز کارنامہ۔

آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیے

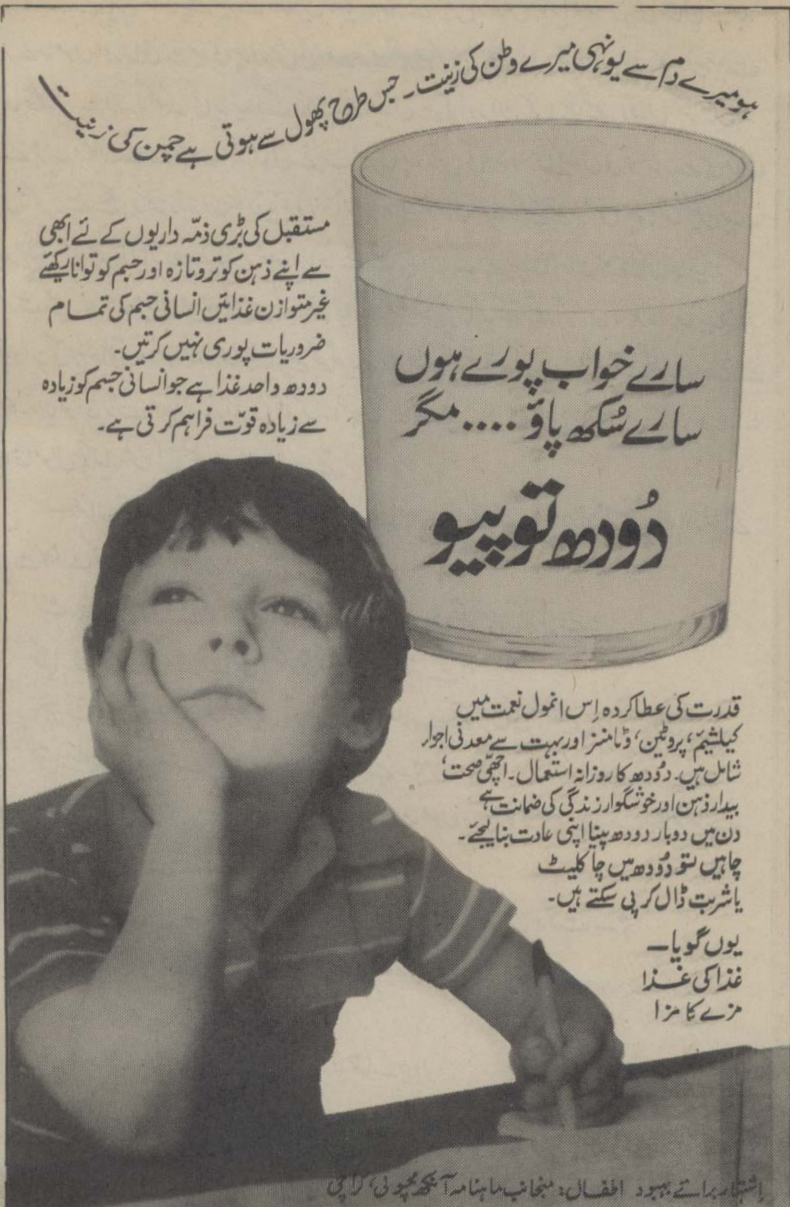
ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت ۔ جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
مستقبل کی بڑی ذمّہ داریوں کے لئے ابھی سے اپنے ذہن کو تروتازہ اور جسم کو توانا رکھئے غیر متوازن غذائیں انسانی جسم کی تمام ضروریات پوری نہیں کرتیں۔
دودھ واحد غذا ہے جو انسانی جسم کو زیادہ سے زیادہ قوّت فراہم کرتی ہے۔
سارے خواب پورے ہوں
سارے سُکھ پاؤ.... مگر
دُودھ تو پیو
قدرت کی عطا کردہ اِس انمول نعمت میں کیلشیم، پروٹین، وٹامنز اور بہت سے معدنی اجزا شامل ہیں۔ دُودھ کا روزانہ استعمال۔ اچھی صحت، بیدار ذہن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہے
دن میں دوبار دودھ پینا اپنی عادت بنالیجئے۔
چاہیں تو دُودھ میں چاکلیٹ یا شربت ڈال کر پی سکتے ہیں۔
یوں گویا۔
غذا کی غذا
مزے کا مزا
اشتہار برائے بہبود اطفال، منجانب ماہنامہ آنکھ مچولی، کراچی

MASS

محنت

ساتھیو بڑھے چلو ، بڑھے چلو   دلوں میں عزم ہے جواں
جہاز اور یہ کشتیاں   دھواں دھواں یہ چمنیاں
یہ زندگی رواں دواں   محنتوں کے سنگ سنگ
ساتھیو بڑھے چلو ، بڑھے چلو

محنت ہے ایسا اُجیارا   جس سے چمکے دیس ہمارا
محنت ہمت کا وہ جذبہ   جس نے موڑا وقت کا دھارا
فضا میں خوشبوؤں کے رنگ   محنتوں کے سنگ سنگ
ساتھیو بڑھے چلو ، بڑھے چلو

شان یہ محنت کی تیاری ہے   اس سے سب دنیا ہاری ہے
اس کا جذبہ جب دل میں ہو   لمحہ صدیوں پر بھاری ہے
مہک اُٹھے گا انگ انگ   محنتوں کے سنگ سنگ
ساتھیو بڑھے چلو ، بڑھے چلو

اندھیاروں میں روشن روشن   مہکیں اس سے گھر آنگن
محنت خوشیاں بانٹتی جائے   پھول کھلائے آنگن آنگن
بدن میں عزم کی ترنگ   محنتوں کے سنگ سنگ
ساتھیو بڑھے چلو ، بڑھے چلو

(سلیم کوثر)

Reshma 222 ®
دھلائی کیلئے جدید ترین صابن
ریشماں 222 ®
میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ
امین سوپ اینڈ آئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس: 4602، کراچی۔ فون: 237856-231343
MASS

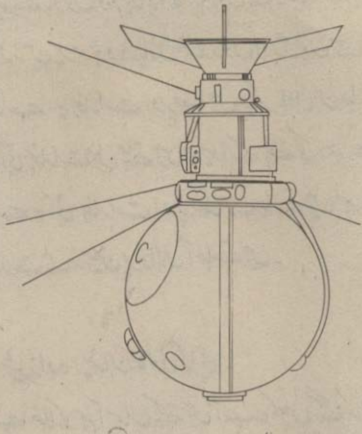

انکل آئی کیو روبوٹ

سوالاً جواباً

کیا مریخ یا چاند پر انسان رہائش اختیار کر سکے گا۔

محمد غلام حسین میمن کھاتی روڈ حیدر آباد

مریخ یا چاند پر انسان رہائش اختیار کر سکے گا یا نہیں اس بارے میں ابھی تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن انسان کو رہائش کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ مریخ یا چاند پر میسر نہیں ہیں مثلاً آکسیجن پانی وغیرہ چاند تک تو انسان جا چکا ہے اور وہاں کی خاک بھی لا چکا ہے مریخ کا موسم انسان کی رہائش کے لیے موزوں نہیں ہے لیکن انسان نے ایک منصوبہ بنایا ہے کہ وہ خلا میں بستیاں آباد کرے گا جب انسان خلا میں بستیاں آباد کرلے گا تو مریخ اور چاند پر بھی رہ سکتا۔ اس کا جواب تو اس شعر کی صورت میں ہے کہ ؎

وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔

عقدہ کے معنیٰ گرہ کے ہیں اور وا کے معنیٰ کھلنے کے ہیں۔

• بارش کس طرح ہوتی ہے؟

فرحین صدیقی پی ای سی ایچ ایس کراچی۔

بارش ہونے سے پہلے آپ نے آسمان پر گہرے بادلوں کو دیکھا ہوگا۔ بادلوں کے دیکھنے کے بعد لوگ کہتے ہیں کہ اب بارش ہونے والی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ زمین پر موجود دریاؤں سمندروں اور جھیلوں میں موجود پانی سورج کی گرمی سے آبی بخارات میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ یہ بخارات اوپر فضا میں جاکر بادل بن جاتے ہیں جب بادل اوپر کی فضا میں پہنچتے ہیں تو بہت سارے آبی بخارات مل جاتے ہیں جو ہوا کے چلنے کی وجہ سے بارش کی صورت میں برس پڑتے ہیں یعنی گرم ہوا کی وجہ سے یہ آبی بخارات اوپر فضا میں جاتے ہیں جب ہوا ٹھنڈی ہونے لگتی ہے تو یہ آبی بخارات بارش کی صورت میں زمین پر واپس آجاتے ہیں۔

• بادل آسمان سے کتنا دور ہوتا ہے؟

شیر زادہ، پٹھان کالونی کراچی۔

شیر زادہ صاحب آسمان محض ایک تصور ہے۔ خلا کو ہم آسمان کہتے ہیں آپ یہ کہیں گے کہ ہم کو تو نیلے رنگ کا آسمان نظر آتا ہے تو یہ نیلا رنگ دراصل زمین کے گرد موجود کرہ فضائی کی وجہ سے نظر آتا ہے کیوں کہ صرف زمین پر ہی زندگی کے آثار ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے زمین کے گرد ہوا کا بندوبست کیا ہے۔ سورج کی روشنی بھی اس کرہ ہوائی سے چھن کر ہم تک پہنچتی ہے اور اسی لیے کرہ ہوائی کا رنگ ہمیں نیلا نظر آتا ہے جسے ہم آسمان کا رنگ سمجھتے ہیں بادل کیسے بنتے ہیں اس سوال کا جواب ہم پہلے سوال میں دے چکے ہیں بادل زمین سے عموماً کم سے کم ڈھائی ہزار فٹ بلند ہوتے ہیں اگر کبھی آپ پاکستان کے خوب صورت پہاڑی علاقوں مری یا ایوبیہ گئے ہوں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ بادل آپ کے کمرے میں گھس آئے ہیں مری میں تو اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ آپ سو رہے ہوں اور اگر کہیں کھڑکی کھلی رہ جائے تو بادل آپ کے کمرے میں گھس آئے گا۔ ہم یہ تو نہیں بتا سکتے کہ بادل آسمان سے کتنی دور ہوتا ہے لیکن اس بات سے اندازہ لگا لیجیے کہ ہماری زمین کا کرہ ہوائی صرف ۲۰۰ سو میل تک ہے اس کے بعد خلا ہے۔ لیکن دو ڈھائی ہزار فٹ سے اونچے پہاڑوں پر جانے کے بعد آپ کو آکسیجن کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے۔

انکل سب سے پہلے روبوٹ کس ملک نے بنایا اور کس سن میں بنایا جلدی بتائیے؟

منظہر علی اورنگی کراچی۔ محمد اعجاز خان، ایل ایم سی کالونی جامشورو

محمد سعید خان، ماڈل کالونی کراچی۔ آسیہ لطیف، کورنگی کراچی۔

(محمد شاکر نئی آبادی، کراچی)

روبوٹ سے مراد دراصل خودکار مشین ہے یعنی خودبخود کام کرنے والی مشین روبوٹ تیار کرنے کا کام سکندر اعظم کے زمانے سے شروع ہوچکا تھا۔ روبوٹ کا لفظ سب سے پہلے چیکوسلواکیہ کے ڈرامہ نگار کارل سپیک نے اپنے ایک ڈرامے میں استعمال کیا تھا لیکن جدید ترین روبوٹ کا تصور سن ۱۹۵۰ء اور سن ۱۹۶۰ء کے درمیان آیا۔ جب کپڑے کی صنعت میں خودکار مشینیں استعمال کی گئی تھیں۔ روبوٹ کا موجد کسی ایک شخص یا ایک ملک کو قرار نہیں دیا جاسکتا اس پر کئی ملکوں میں کام ہوا ہے۔ لیکن آج کل امریکہ کا اسٹینفورڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بہت خوبصورت اور کارآمد روبوٹ تیار کر رہا ہے۔ روبوٹ پر ابتدائی کام فرانس کے پیر یر جیکوئٹ ڈروز اور اس کے بیٹے ہنری لوئیس جیکوئٹ ڈوز نے کیا تھا وہ اٹھارویں صدی کا زمانہ تھا۔ آج کل کاروں کے کارخانوں میں مختلف قسم کے روبوٹ کام کر رہے ہیں۔ رہی بات میرے تیار کرنے کی تو بچو مجھے جاپانی سائنس دانوں نے تیار کیا ہے پاکستانی ماہر لسانیات نے اردو سکھائی ہے اور امریکی یونیورسٹیوں نے دنیا بھر کی سائنسی معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ہم صرف سائنسی سوالوں کے جواب دے سکتے ہیں غیر سائنسی سوال ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک وقت میں ایک سوال کیجئے، سوال ایک علیحدہ کاغذ پر کیجئے تاکہ ہم پڑھ سکیں سوال نہ پڑھنے کی صورت میں ہم آپ کا سوال اپنی دوست ردی کی ٹوکری کو دے دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی بھوک مٹا سکے۔

مختصر جوابات

• ریفریجریٹر کس ملک کے سائنس دان کی ایجاد ہے۔

(شازیہ سعید، حیدرآباد سندھ)

ریفریجریٹر برطانوی سائنس دان ولیم کولن نے سن ۱۷۴۸ء میں ایجاد کیا تھا۔ بعد میں دوسرے سائنس دانوں نے اس میں ترمیم کرکے اسے مزید سہولتوں والا بنا دیا۔

• انکل نظامِ شمسی کا سب سے چھوٹا اور بڑا سیارہ کون سا ہے؟

(غلام سرور ٹنڈو الہ یار)

ہمارے نظام شمسی کا سب سے چھوٹا سیارہ پلوٹو ہے اور سب سے بڑا سیارہ مشتری ہے۔

• انکل آئی کیو روبوٹ یہ بتائیے کہ ٹیلی وژن کس کی ایجاد ہے۔

(عالمگیر یوسف کراچی)

ٹیلی وژن ۱۹۲۶ء میں برطانیہ کے جان لوئی بیرڈ نے ایجاد کیا تھا۔

بچے کتنے اچھے

اپریل کے آنکھ مچولی میں آپ نے ان پانچ بچوں کی تصویر دیکھی ہو گی ہم نے آپ سے سوال بھی کیا تھا کہ بتائیے کون سا بچہ شرارت کے موڈ میں ہے؟ ہمارے بہت سے ساتھیوں نے بالکل صحیح بوجھا کہ درمیان والے صاحبزادے شرارت کے موڈ میں ہیں پہلی تصویر کے کھنچتے ہی انہوں نے اپنے آپ کو کرسی سمیت پیچھے کی جانب دھکیل دیا۔ یہ بھی شرارت کا ایک انداز ہے یہ تو تھی شرارت کی بات مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ پانچوں بچے آپس میں جڑواں بھائی بہن یعنی دو بہنیں تین بھائی ان کی عمر میں ۲-۲ منٹ کا فرق ہے۔ ان کے نام بالترتیب اس طرح ہیں، راجر، اون، آیوڈری، اسکاٹ، ڈیانا، ڈیانا کے تو پیدا ہونے کا کسی کو علم بھی نہیں تھا۔ یہ لوگ جب پیدا ہوئے تھے تو اتنے ننھے منے تھے یوں سمجھ لیجیے کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ جتنے، لیکن اب دیکھئے ماشاءاللہ کتنے صحت مند ہیں ان بچوں کا تعلق امریکہ سے ہے۔ یہ دو تصویریں ایک خوبصورت کھیل کا کام بھی دے سکتی ہیں وہ اس طرح کہ آپ پہلے نیچے والی تصویر کو کسی کاغذ یا ہاتھ سے چھپالیں پھر اپنے کسی دوست سے پوچھیں کہ ان پانچ بچوں میں سے وہ کون سا ایک بچہ ہے جو اس وقت شرارت کے موڈ میں ہے؟

جواب ملنے پر دوسری تصویر کو ظاہر کر دیجیے اور دیکھئے کہ آپ کے دوست کا اندازہ درست تھا یا نہیں؟ یوں گویا یہ ذہانت معلوم کرنے کا ایک چھوٹا سا امتحان بھی ہو سکتا ہے

ہے کوئی ہم سا، ہم سا ہو تو سامنے آئے

شریر کون.....؟

ان پانچوں کو بغور دیکھئے اور بتائیے ان میں سے کون سا بچہ اس وقت شرارت کے موڈ میں ہے.......

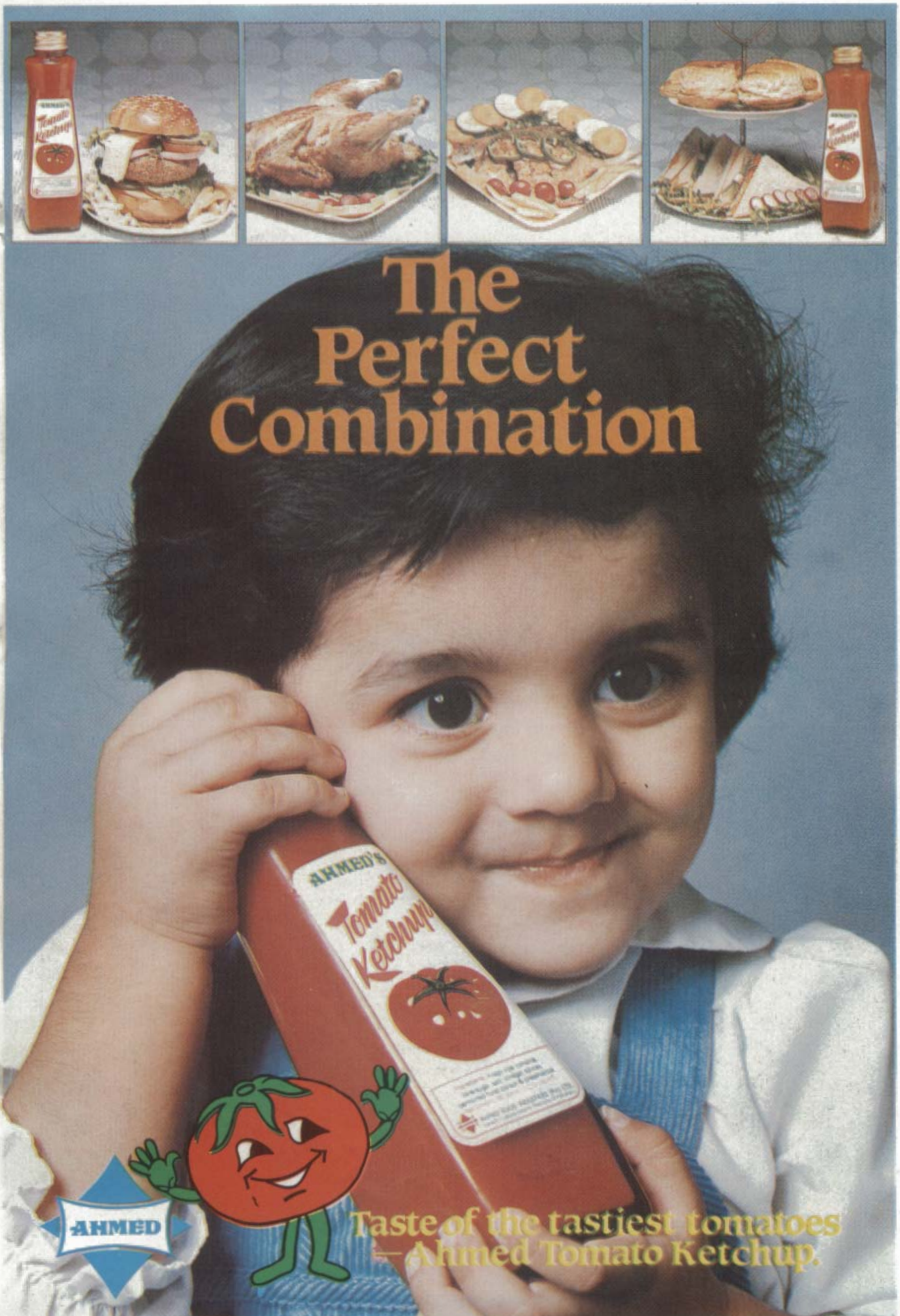
The Perfect Combination
AHMED'S
Tomato Ketchup
AHMED
Taste of the tastiest tomatoes
— Ahmed Tomato Ketchup.

رات

اسمٰعیل میرٹھی

گیا دن ہوئی شام آئی ہے رات — خدا نے عجب شے بنائی ہے رات
نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا — اٹھائے مزہ دن کا انسان کیا
ہوئی رات خلقت چھٹی کام سے — خموشی سی چھائی سرِ شام سے
لگے ہونے اب ہاٹ بازار بند — زمانے کے سب کاربہوار بند
مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر — سرِ شام منزل پہ کھولی کمر
درختوں کے پتے بھی چپ ہو گئے — ہوا تھم گئی پیڑ بھی سو گئے
اندھیرا اجالے پہ غالب ہوا — ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا
ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ — ہوا سب کو محنت سے حاصل فراغ
کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر — کہ گھر میں کرے چین سے شب بسر
تھپک کر سلایا اسے نیند نے — تردّد بھلایا اُسے نیند نے
غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں — مشقّت سے جن کے بدن چور ہیں
وہ دن بھر کی محنت کے مارے ہوئے — وہ ماندے تھکے اور ہارے ہوئے
نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر — ہوئے بال بچّے بھی خوش دیکھ کر
گئے بھول سب کام دھندے کا غم — سویرے کو اٹھیں گے اب تازہ دم

کہاں چین یہ بادشہ کو نصیب
کہ جس بے غمی سے ہیں سوتے غریب

سب سے اچھی چیونگ گم جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

اسکاؤٹنگ کے کھیل

گھات لگانا

پرندہ ہو جانور ہو یا انسان اس کا صحیح تر مشاہدہ کرنے کے لئے ہمیں اس کے نزدیک تر پہنچنا پڑتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے آپ کو چھپا سکیں اور ہمارا شکار ہمیں نہ دیکھ سکے کیونکہ پرندے بڑے حساس ہوتے ہیں۔ اس کے لئے چند ایک باتوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ لباس پس منظر کی زمین درختوں اور عمارات سے مطابقت رکھتا ہو اگر دشمن یا شکار اس طرف دیکھ رہا ہو تو وہیں خاموشی کا بُت بن کر ساکن ہو جائیں۔

۲۔ آہستہ آہستہ چلیں اچانک حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔

۳۔ جب گھاس پر چلیں تو پہلے ایڑی زمین پر لگے جبکہ خشک یا سخت زمین پر پنجہ لگنا چاہیئے۔ پاؤں اونچا اٹھا کر رکھیں، توازن پچھلے پاؤں پر ہو۔

۴۔ اگر شکار دُور ہو تو آپ کھڑے ہو کر جا سکتے ہیں اگر نزدیک ہو تو آپ رینگتے ہوئے آگے بڑھیں۔ نگاہیں اس

پر جمی رہیں۔

۵۔ سورج سامنے ہو تاکہ سایہ پچھلی طرف پڑے کیونکہ سایہ آپ کا دشمن ہے اس لیے کوشش کریں کہ آپ سایہ دار چیزوں کے ساتھ میں چلیں۔

۶۔ آگے بڑھتے ہوئے کا ہوا کا رُخ مخالف ہو۔

۷۔ تمام چھپنے والی جگہوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

۸۔ جس مقام سے آغاز کیا ہو وہاں کسی اہم نشان کا تعین کریں تاکہ گمشدگی یا دوبارہ تلاش کے وقت آپ کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

"سر بالا ریلے"

کھلاڑیوں کی تعداد ۱۲ تا ۳۰

سر بالا سے مراد ہے سر سے اوپر۔ یعنی اس کھیل میں کھلاڑی دو ٹیموں میں یا دو سے زائد ٹیموں میں برابر برابر تقسیم ہو جائیں۔ سب سے آگے والے کھلاڑیوں کے ہاتھ میں ایک فٹبال والی بال یا کسی قسم کا گیند ہو جو کہ وہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کی طرف دوسرے کھلاڑی کو دے دے اسی طرح پیچھے والا کھلاڑی اپنے سر کے اوپر سے اپنے سر سے پیچھے والے کھلاڑی کو دے دے۔ اور جونہی کوئی کھلاڑی گیند پیچھے کرے وہ "اباوٹ ٹرن" یعنی پیچھے مڑ جائے اسی طرح گیند چلتے چلتے جب آخری کھلاڑی کے پاس پہنچ جائے۔ تو وہ بھی گھوم کر گیند واپس اپنے سے پیچھے والے کھلاڑی کو دے دے اور اس طرح گیند واپس لیڈر تک پہنچ جائے۔ جس ٹیم کی گیند سب سے پہلے واپس لیڈر تک پہنچے وہ جیت جائے گی۔

کھیل کو دلچسپ بنانے کے لئے گیند کو ٹانگوں کے نیچے سے بھی گزارا جا سکتا ہے۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایک کھلاڑی سر کے اوپر سے گیند پیچھے بھیجے جب کہ دوسرا ٹانگوں کے نیچے سے گزار کر پچھلے کھلاڑی کو دے۔

یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کھلاڑیوں کے لئے "اباوٹ ٹرن" یا مڑنے کی شرط نہ رکھی جائے تو پھر آخری کھلاڑی گیند سمیت بھاگ کر کسی خاص مقام پتھر وغیرہ کو ہاتھ لگا کر واپس گیند لیڈر کی طرف پھینکے۔ جس لیڈر کے پاس پہلے گیند پہنچ جائے۔ وہ ٹیم جیت جائے گی۔

"سانپ ریلے"

کھلاڑیوں کی تعداد ۱۲ یا زیادہ

تمام کھلاڑی یا اسکاؤٹ دو یا تین لائنوں میں اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ پٹرول لیڈر آگے اور باقی لڑکے پیچھے سب سے آگے والا لڑکا اپنا دایاں ہاتھ اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے پیچھے کی طرف بڑھاتا ہے اور پیچھے والا کھلاڑی اُسے بائیں ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے۔

"ڈمی بولائے" یا گرنے والا لڑکا

کھلاڑیوں کی تعداد ۱۰ یا پندرہ

تمام کھلاڑی زمین پر ایک دائرے میں ایک دوسرے کے بالکل قریب قریب کندھے سے کندھا جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں اور بازوؤں کو اپنے سامنے کندھوں کی بلندی تک پھیلاتے ہیں اس طرح اُن کی ہتھیلیاں سامنے اور انگلیاں باہر کی طرف کھلی ہوئی ہوں۔

ایک کھلاڑی جو کہ درمیان میں ہے وہ اپنے آپ کو بالکل سیدھا اکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر اپنے جسم کو اسی طرح سیدھا کھڑے پیچھے کی طرف گراتا ہے اور دائرے کے پیچھے والے لڑکے جو کہ پہلے سے تیار ہیں، اُسے گرتے ہی ہتھیلیوں اور پنجوں سے واپس دھکیل دیتے ہیں۔

درمیانی کھلاڑی رُخ تبدیل کر کے پھر اپنے آپ کو پیچھے گراتا ہے اور دائرے والے ساتھی اُسے واپس دھکیل دیتے ہیں جو کھلاڑی اُسے واپس دھکیلنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اُسے اب درمیان میں آنا پڑتا ہے۔

احتیاط: احتیاط یہ کرنی چاہیئے کہ کھلاڑی سامنے مُنہ کے بل نہ گرے تاکہ اُسے تھامتے ہوئے آنکھ یا سینے پر چوٹ نہ لگے۔

اس کھیل کو اسکاؤٹ بچے کھڑے ہو کر بھی کھیل سکتے ہیں۔ یہ زیادہ آسان محفوظ طریقہ ہے۔

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کیلئے
گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحائف

رہنما کتابیں

اِن کا مطالعہ ——— عِلم بڑھائے گا
اِن کی موجودگی ——— مفید ثابت ہو گی

قرآنی حکایات کا ۱۰۴ صفحات پر مشتمل خوبصورت مجموعہ ۔
اس کے حصول کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

خاکِ وطن سے سرزمین حرم تک، معلومات بھی راھنمائی بھی
حجاج اور زائرین کے لئے نادر تحفہ ۔ ۲۰۳ صفحات

اسلام کی بنیادی معلومات جو آپ پر سیکھنا لازم اور سکھانا کارِ ثواب ہے ۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کی تالیف (چار حصے)

سفرِ مبارک اور تعلیم الاسلام مفت حاصل کرنے کے لئے فی کتاب ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں ۔ رقم یا کم زیادہ ڈاک ٹکٹ قابل قبول نہ ہوں گے ۔

کتاب منگوانے کے لئے اِس پتے پر خط لکھیں ۔

گرین گائیڈ بک سیریز گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی ۔ سائٹ کراچی ۱۶

ذھنی ورزش

نعیم بلوچ

اگر آپ کو اغوا کر لیا جائے تو ....

خوابوں خیالوں میں تو ہر آدمی بڑے بڑے کارنامے اور معرکے سر کرتا ہے، لیکن مزا تب ہے جب مصیبت سر پر پڑے تو انسان اس کا ہمت اور حوصلے سے مقابلہ کرے۔ آیئے آج ہم آپ کو خود آزمائی کا ایک موقع دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ خیالی قلعے فتح کرنے میں ماہر ہیں یا حقیقت کی دنیا میں بھی کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

فرض کیجئے آپ کا سکول گھر سے بہت دُور ہے، آپ کے ابُو آپ کو ہر روز چھوڑنے آتے ہیں اور

واپس بھی لے جاتے ہیں۔لیکن ایک دن معلوم نہیں کس وجہ سے چھٹی کے بعد وہ آپ کو لینے نہیں آئے۔سکول کے تمام بچے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو چکے ہیں۔آپ اکیلے رہ جاتے ہیں۔سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔اتفاق کی بات ہے کہ آج آپ کی جیب میں کوئی پیسہ بھی نہیں ہے اسی پریشانی میں ایک کار آپ کے قریب آکر رکتی ہے۔آپ کو یاد پڑتا ہے کہ یہ کار پہلے بھی سکول کے دروازے کے قریب سے کئی دفعہ گزری ہے کار کا ڈرائیور آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کو کہاں جانا ہے؛ اس سوال کے جواب ہیں۔

ا آپ اسے بتاتے ہیں کہ میں نے فلاں جگہ جانا ہے۔

ب پہلے اُس سے پوچھتے ہیں کہ اُسے کہاں جانا ہے۔

ج اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیتے اور خشک سے لہجے میں کہہ دیتے ہیں کہ آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کہیں نہیں جا رہے۔

۲۔ اتفاق سے کار والا بھی اس طرف جا رہا ہے، جہاں آپ کو جانا ہے، یا آپ کے بتانے پر وہ آپ کو بتاتا ہے کہ اُسے بھی اسی طرف جانا ہے۔بہرکیف آپ اس کی دعوت قبول کر لیتے ہیں اور کار میں اس کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔کار والا ریڈیو آن کر دیتا ہے۔جس میں اونچی آواز میں کوئی گانا بج رہا ہوتا ہے۔کچھ دُور جا کر کار ایک ایسی سڑک پر مُڑ جاتی ہے، جو آپ کے گھر کے بجائے کسی اور طرف جاتی ہے۔یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ۔

ا شور مچا دیتے ہیں۔

ب کار والے سے ...... کہتے ہیں کہ وہ آپ کو اسی جگہ پر اتار دے۔

ج کسی چوراہے کے انتظار میں خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں۔جونہی کوئی بتی والا چوک آتا ہے کار کا دروازہ کھول کر شور مچا دیتے ہیں۔

د چپکے سے کار میں بیٹھے رہتے ہیں اور کچھ بھی نہیں کرتے۔

(۳) کار والا یہ دیکھ کر کہ آپ اس کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔موقع پا کر آپ کی ناک کے آگے اپنا رُومال لہراتا ہے اور آپ بے ہوش ہو جاتے ہیں آنکھ کھلتی ہے تو آپ اپنے آپ کو کار کی پچھلی سیٹ میں لیٹے ہوئے پاتے ہیں۔کار کھڑی ہے اور کار والا دروازہ کھول کر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔آپ اس کی باتیں صاف سُن رہے ہیں۔اس صورت میں آپ۔

ا چپکے سے کار کا دروازہ کھولتے ہیں اور باہر نکل بھاگتے ہیں۔باہر ٹریفک چل رہی ہے اس لیے آپ کے بچ نکلنے کے کافی مواقع ہیں۔

ب کار والے کی باتیں سننے کا فیصلہ کرتے ہیں تاکہ اس کے ارادوں کا آپ کو علم ہو سکے۔

ج آپ کو ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے ایک پستول پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ چپکے سے اسے اٹھاتے ہیں اور کار والے کو ہینڈز اَپ کر دیتے ہیں۔

د آپ ڈرائیونگ جانتے ہیں اس لیے پھرتی سے گاڑی کو بھگا لے جاتے ہیں۔

۴۔ آپ کسی نہ کسی طرح کار والے سے جان چھڑا لیتے ہیں۔ کار والا جب آپ کو اپنی کار سے غائب پاتا ہے تو وہ بھی نو دو گیارہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس بات کے کافی امکانات ہیں کہ وہ آپ کے پیچھے ہو اور آپ کو دوبارہ قابو کرنے کی فکر میں ہو، کیوں کہ آپ اسے اور اس کی کار کو دیکھ چکے ہیں۔ اس حالت میں کیا آپ۔

و کسی پولیس چوکی کو تلاش کرتے ہیں تاکہ آپ اپنے اوپر گذرنے والے واقعے کو بیان کریں، کار والے کو پکڑوا سکیں اور پولیس کے ذریعے محفوظ گھر پہنچ سکیں۔

ب کسی بھی نئے خطرے سے بچنے کے لیے پیدل ہی گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں۔

ج قریبی بس سٹاپ کی طرف چل پڑتے ہیں، یا کسی رکشہ یا ٹیکسی کے ذریعے گھر جانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

س شکل و صورت سے کسی شریف آدمی کو روکتے ہیں اور اس کو مدد کے لیئے کہتے ہیں۔

۵ آپ کار والے کے ہاتھوں پوری طرح بے بس ہو جاتے ہیں وہ آپ کو ایک جگہ لے جا کر بند کر دیتا ہے اور ایک دِن بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد آپ سے ایک کاغذ پر دستخط کروالیتا ہے۔ آپ کو بتایا جاتا ہے کہ اگر آپ کے والدین نے ایک لاکھ روپے ادا کر دیئے تو آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ ورنہ آپ زندہ نہیں بچ سکیں گے چنانچہ مقررہ وقت پر ایک اُجاڑ سی جگہ پر آپ کو لے جایا جاتا ہے۔ کار والا آپ کو اکیلا کار میں چھوڑ جاتا ہے کچھ دیر بعد آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے والد صاحب ہاتھ میں بریف کیس پکڑے کار کی طرف آ رہے ہیں۔ کار کے نزدیک آ کر وہ بریف کیس کا ڈھکنا کھولتے ہیں۔ بریف کیس نوٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔ پھر وہ بریف کیس آپ کو پکڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ بریف کیس کار کی پچھلی سیٹ پر رکھ دیں اور گاڑی سے باہر آ جائیں کیا آپ اس وقت۔

و جو آپ کو کہا جاتا ہے۔ بالکل وہی کرتے ہیں۔

ب بریف کیس پچھلی سیٹ پر رکھ دیتے ہیں اور کار کی چابیاں جیب میں ڈال کر والد صاحب کے ساتھ چل پڑتے ہیں

ج۔ بریف کیس کو کھول کر نوٹوں کو پچھلی سیٹ پر بُری طرح بکھیر دیتے ہیں۔

د بریف کیس کو پچھلی سیٹ پر دروازے کے ساتھ اس طرح سہارا دے کر رکھتے ہیں کہ وہ جھٹکا لگنے سے گر پڑے اور پھر آپ وہ دروازہ بھی اس طرح سے اَن لاک UN LOCK، کر دیتے ہیں کہ دُور سے دروازہ بند ہی معلوم ہوتا ہے۔

نتائج صفحہ ۹۰ پر دیکھیئے۔

انڈس
واٹر کولر
پاکستان میں پہلی مرتبہ
آسٹرو پاک
کلیپر فین
برقی پنکھوں کی ٹیکنالوجی میں آسٹرین سائنس کی اختراعی پیشکش
آپ کے حکم کے تابع - بغیر ہاتھ لگائے
حکم کریں پنکھا چلے
حکم کریں پنکھا رُکے
وال/ٹیبل/پیڈسٹل فین کے بطور اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔
* بجلی کے خرچ میں ۵۰ فیصد بچت * غیر معمولی ہلکا پنکھا
* شاک پروف * انتہائی خوشنما * اسٹریملائینڈ باڈی
* بے حد پائیدار * زنگ سے محفوظ - آواز سے مبرا
* متعدد پائیدار رنگوں میں دستیاب
* تحفے تحائف میں دینے کے لئے بے نظیر
ایک سال کی گارنٹی
کوئی شکایت ہو تو فون 233667 کر کے فوری ہوم سروس حاصل کیجئے۔
البرخت پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پہلی منزل، نسروانجی بلڈنگ، مچھی میانی روڈ، کراچی۔ فون، ۲۳۳۶۶۷
MASS

زندہ پھول

اسکاؤٹ کہانی

مصطفیٰ چاند

راشد کی عمر اس وقت تقریباً دس سال تھی لیکن وہ اپنی جسامت کے اعتبار سے بارہ، تیرا سال کا دکھائی دیتا تھا اس کا بڑا بھائی نیاز پندرہ سال کا تھا راشد نے جب سے ہوش سنبھالا تھا وہ نیاز بھائی کو اسکاؤٹ کے لباس میں دیکھا کرتا تھا رنگ برنگا خوبصورت سا اسکارف جو گردن کے ساتھ چمٹا ہوا بہت خوبصورت

دکھائی دیتا تھا گردن کے عین وسط پر "واگل" اور اس کے ساتھ کی چٹکبری ڈوری سینے پر سِلے ہوئے بیضوی اور گول بیج، اُسے سب کچھ ہی اچھا لگتا تھا اور کبھی کبھی بھائی جب "شیش" آڑا کر کے گردن سے سینے تک پہنتے تو یکایک راشد کو خیال آتا کہ کاش وہ بھی اسکاؤٹ ہوتا خوبصورت بیجوں والے کپڑے پہنتا تین انگلیوں کا سلام کرتا۔ دوسروں کی مدد کرتا۔ فنّی مہارتوں کا مظاہرہ کرتا مگر اس کے اسکول میں اسکاؤٹنگ تھی ہی نہیں بس صبح سے دوپہر تک بچے پڑھتے اور سب واپس چلے جاتے وہ اکثر نیاز بھائی سے کہتا۔

"بھائی اپنی وردی مجھے بھی دو نا...... میں بھی اسکاؤٹ بنوں گا ہمارے اسکول میں تو کوئی بھی اسکاؤٹ نہیں..... بھائی مجھے بھی اپنے اسکول میں داخل کرا دو نا میں بھی اسکاؤٹ بنوں گا..... "

نیاز بھائی ہنس کر اُسے تسلّی دیتے اور راشد خوشی خوشی اپنی پڑھائی میں مگن ہو جاتا راشد اکثر دیکھتا نیاز بھائی اسکاؤٹ کے لباس میں کھڑے ہو کر سلوٹ کرتے اور کہتے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پاکستان کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کروں گا"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوسروں کی امداد کروں گا"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسکاؤٹ قانون کی پابندی میں پوری پوری کوشش کروں گا"

اور راشد ان کے جانے کے بعد اسکاؤٹ کے اس وعدے کو یاد کر کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر سلوٹ کر کے دہراتا۔

مہینے بھر پہلے ہی نیاز بھائی کو اچھی کارکردگی کی بناء پر میڈل دیا گیا تھا اور اگلے ہی ہفتے ان کے اسکاؤٹس کا گروپ کیمپنگ اور دیگر فنّی مہارتوں کی تربیت کے لیئے لاہور روانہ ہونے والا تھا نیاز بھائی اس سے پہلے بھی پاکستان کے دیگر شہروں کے دورے کر چکے تھے نیز کئی کاموں میں خاصی مہارت حاصل کر چکے تھے "تنظیم بیج" کے تحت آگ جلانا، کھانا پکانا اور ۱۰ کلومیٹر کا پیدل سفر بھی وہ کر چکے تھے ابتدائی طبّی امداد کے علاوہ معاشرتی بہبود کے منصوبوں میں بھی شریک رہ چکے تھے اور اب وہ "یقین بیج" کے حصول کے لیئے مختلف مراحل طے کرتے جا رہے تھے اگلے منگل کو وہ لاہور روانہ ہو رہے تھے جہاں انہیں مذہب، کردار، شہریت اور صحت وصفائی کے بعد فنی مہارتوں کا امتحان پاس کرنا تھا اور نیاز بھائی کی ہمّت وجرأت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ چوبیس ماہ کی مدّت کے اس بیج کو جس کے اب چند مہینے باقی تھے کامیابی سے سر کر لیں گے۔

پھر وہ دن آ ہی گیا جب انہیں اپنے گروپ کے ساتھ لاہور روانہ ہونا تھا راشد اپنی امّی اور ابّو کے

ساتھ نیاز بھائی کو اسٹیشن پر چھوڑنے آیا تھا اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھی بھائی کے ساتھ ہی اسکاوٹس گروپ میں شامل ہو جائے گاڑی کے چلنے میں چند لمحے باقی تھے راشد کے چہرے پر پھیلی خواہش نیاز بھائی کی نظروں سے اوجھل نہیں تھی انہوں نے راشد کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"راشد تم بھی اسکاوٹ ہو..... آنے والے کل کے..... تمہارے سینے پر بھی بہت سارے بیج ہوں گے خوبصورت خوبصورت رنگ برنگے..... جنہیں تم اپنی صلاحیتوں سے حاصل کرو گے..... یاد رکھنا راشد اسکاوٹ بہادر اور دلیر ہوتا ہے. وہ مشکل حالات سے گھبراتا نہیں بلکہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے تمہیں بھی بہادر بننا ہے. فرمانبردار بننا ہے..... میں جا رہا ہوں میرے لیئے دعا کرنا اور ہاں جب میں واپس آؤں گا تو تمہیں بھی اپنے ہی اسکول میں داخل کرا دوں گا ٹھیک ہے نا....."

اور راشد نے اقرار میں بھرپور مسرت کے ساتھ گردن ہلائی پھر ٹرین کی وسل بجی اور ٹرین رینگتے رینگتے اسٹیشن کو خالی چھوڑ گئی راشد نے ٹرین کو دور تک دیکھا اور سلوٹ کے انداز میں کافی دیر تک کھڑا رہا۔

آؤ بیٹا گھر چلیں..... "راشد کی امی نے کہا اور راشد نے چونک کر ابو کا ہاتھ تھاما اور خراماں خراماں اسٹیشن سے باہر نکل گیا۔

راشد رات دیر تک پڑھتا رہا اس کے امتحان قریب تھے کمرے میں لگے گھڑیال نے ایک بجایا تو راشد نے کتاب بند کی اور ٹیبل لیمپ کی روشنی بند کر دی بستر پر لیٹے ہوئے اُسے آدھے سے زیادہ گھنٹہ ہو چکا تھا لیکن نہ معلوم اُسے کیوں نیند نہیں آ رہی تھی وہ کچھ دیر تک بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اور بلآخر دوبارہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور ٹیبل لیمپ آن کر کے کتاب پڑھنے لگا نہ معلوم کیوں اُسے عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی. پیاس کی شدت بھی بڑھنے لگی تھی اس نے ایک بار پھر کتاب بند کی اور پانی پینے کے لیے فریج کی طرف بڑھ گیا اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی چلانے لگی وہ تیزی سے ابو کے برابر والے کمرے میں گھس گیا۔

ہیلو..... راشد کے ابو نے اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون لے لیا۔

"ہیلو..... جی لاہور سے آپ کی کال ہے....."

دفعتاً راشد کے ابو کے منہ سے بے اختیار نکلا اور پھر جو اُن کے کانوں نے سنا وہ ناقابلِ برداشت تھا آن کی آن میں پورا محلہ جاگ اٹھا ہر ایک کو خبر ہو گئی کہ نیاز بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے کسی کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے ہفتہ بھر پہلے تو وہ یہاں سے ہنستے کھیلتے روانہ ہوئے تھے کسی کو کیا خبر تھی کہ یہ حادثہ ان

کا منتظر ہوگا۔ راشد نے نیاز بھائی کے ایکسیڈنٹ کی خبر سنی تو جیسے وہ پتھر کیا ہوگیا ہو اور پھر وہ یُوں دھاڑیں مار مار کر رویا کہ بڑے بڑے پتھر دِل بھی رو پڑے اگلے دِن جہاز سے ان کو کراچی بھیج دیا گیا۔ اور ساتھ ہی پورا اسکاوٹ گروپ بھی واپس آگیا ان کا اسکاوُٹ کا لباس ایک لفافے میں نہ معلوم کس نے دیا تو راشد پر پھر سے دورہ سا پڑ گیا۔ ______ اور نہ معلوم کس کی بانہوں میں جُھول گیا۔

ہسپتال میں نیاز بھائی کا پورا بدن پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ دماغ پر شدید چوٹیں آئی تھیں اور ایک ٹانگ کی ہڈی بھی ٹوٹ چکی تھی۔ تین دِن تک وہ متواتر بے ہوش رہے نیاز کی امی اور ابو تمام وقت پلنگ سے لگے رہے نیاز کی امی سجدوں میں گڑگڑا کر خدا کے حضور دعائیں مانگتی رہیں لیکن چوتھے روز کی رپورٹ کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا تشویش بڑھتی ہوئی چلی جارہی تھی۔

اگلے روز نیاز بھائی کو ہوش آگیا لیکن ڈاکٹروں نے ایک حیرت انگیز انکشاف کیا کہ وہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں یہ خبر بم بن کر سب پر گری راشد تو جیسے سکتے میں آگیا اس کی نگاہوں کے سامنے پھر نیاز بھائی کے اسکاوُٹ کا خوبصورت لباس لہرانے لگا۔ رنگ برنگا اسکارف، واگل کی زرد پیتل پر اُبھرا ہوا لارڈ بیڈن پاوُل رابابائے اسکاوٹنگ چنکبری ڈوری سینے پر سجے سبز و سرخ بیج .....!"

کتنی خواہشوں کی قربانیوں کے بعد وہ اسکاوُٹنگ کے میدان میں آئے تھے لیکن قدرت نے پھر ان کی راہ میں آزمائش کی رکاوٹ کھڑی کر دی تھی۔

چند دِنوں کی سوچ بچار کے بعد ابو نے یہ فیصلہ کیا کہ نیاز بھائی کو علاج کے لیے لندن بھیج دیا جائے یوں بھی انکل فیصل وہیں پر مقیم تھے اور ان کا اصرار بھی یہی تھا کہ یہاں پر نیاز کی صحت یابی کی زیادہ اُمید ہے چنانچہ اگلے ہی ہفتے ابو نیاز بھائی کو لے کر لندن انکل فیصل کے پاس روانہ ہوگئے۔

راشد اور اس کی امی رات دِن ان کی صحت یابی کے لیے دعائیں مانگتیں رہتیں اور ہر فون پر لپک کر پہنچتیں جمعرات کو ابو کا ٹیلی فون آیا تو معلوم ہوا کہ پیر کے روز ان کا آپریشن ہے اس کے بعد سے تو راشد کی امی کا برا حال تھا تمام وقت جائے نماز پر رو رو کر نیاز بھائی کی زندگی کی دعائیں مانگتیں اور کبھی راشد کو سینے سے لگا کر ممتا کو سکون دیتیں۔

وہ اتوار کی رات تھی جب راشد نیاز بھائی کی تصویر ہاتھوں میں لیئے بار بار اُسے عقیدت سے چوم رہا تھا۔ انجانا سا خوف اُس کے رگ و پے میں سنسنی پھیلا رہا تھا وہ بار بار اپنے آنسو صاف کرتا اور تصویر میں کھو جاتا اچانک اسے یوں لگا کہ جیسے تصویر بولنے لگی ہو وہ خاموش ہوگیا تصویر کے لب ہل رہے تھے۔

"راشد تم بھی اسکاؤٹ ہو آنے والے کل کے..... تمہارے سینے پر بھی بہت سارے بیج ہوں گے خوبصورت خوبصورت رنگ برنگے... جنہیں تم اپنی صلاحیتوں سے حاصل کرو گے یاد رکھنا راشد اسکاؤٹ بہادر اور دلیر ہوتا ہے وہ مشکل حالات سے گھبراتا نہیں بلکہ اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے تمہیں بھی بہادر بننا ہے فرمانبردار بننا ہے....."

تصویر کے لب پھر ہلے۔

راشد نوجوانوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں اُمنگیں ہوتی ہیں تم امی ابو کا سہارا بنو.... مشکلات سے فرار کے بجائے ان سے نبرد آزما ہو تاکہ مشکلات خود ہی تمہاری راہ سے ہٹ جائیں.... تم تو اسکاؤٹ ہو، بہادر، نڈر جیالے...."

اور پھر وہ تصویر اس کے سینے پر سجدہ ریز ہوگئی شاید راشد سو چکا تھا اگلے دن جب وہ بیدار ہوا تو اس میں پہلے سے زیادہ حوصلہ پیدا ہوگیا تھا اس نے آنکھوں سے آنسوؤں کو مسل کر خشک کیا اور آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اسکاؤٹ کے قوانین دہرانے لگا۔

"اسکاؤٹ با اعتماد ہوتا ہے۔"

اسکاؤٹ وفادار اور فرمانبردار ہوتا ہے۔

اسکاؤٹ خوش اخلاق اور مددگار ہوتا ہے۔

اسکاؤٹ سب کا دوست اور ہر اسکاؤٹ کا بھائی ہوتا ہے۔

اسکاؤٹ مہربان اور بہادر ہوتا ہے۔

اسکاؤٹ کفایت شعار ہوتا ہے۔

اسکاؤٹ پاکیزہ اور ہنس مکھ ہوتا ہے"

پھر اس نے سلوٹ کیا اور اسکاؤٹ وعدہ دہرانے لگا۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پاکستان کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی دوسروں کی امداد اور اسکاؤٹ قانون کی پابندی میں اپنی پوری کوشش کروں گا....؛

اسی دن ٹیلی فون پر نیاز بھائی کے کامیاب آپریشن کی اطلاع آئی تو دونوں ماں بیٹا جیسے جی اٹھے ہوں نیاز کی امی نے اس روز پورے محلے میں مٹھائی تقسیم کی اور قرآن خوانی کروائی راشد نے نیاز بھائی کے لباس سے چمٹ چمٹ کر ان کے ایک ایک بیج کو چوم ڈالا۔ کچھ ہی عرصے بعد نیاز بھائی اپنے قدموں پر چلتے ہوئے

گھر میں داخل ہوئے تو راشد ان سے لپٹ گیا۔ کتنی کشمکش کے بعد وہ موت کے جنگل سے آزاد ہوئے تھے۔ اگلے چند ہی مہینوں میں انہوں نے راشد کو بھی اپنے اسکول میں داخل کروا دیا۔

اور کچھ ہی عرصے بعد وہ بھی نیاز بھائی کی طرح اسکاوٗٹ بن چکا تھا۔ وہی چتکبری ڈوری اور رنگ برنگا اسکارف جو نیاز بھائی اپنی گردن میں لگا کر بڑی شان سے اسکاوٗٹ کے قوانین دہرایا کرتے تھے آج ویسا ہی اسکارف ڈوری اور واگل راشد کو بھی مل گیا تھا۔

اس نے اسکاوٗٹ لباس مکمل طور پر زیب تن کیا اور نیاز بھائی کے سامنے آکھڑا ہوا۔

'نیاز بھائی آپ بھی مجھے اپنے روپ میں دیکھئے.....' اور نیاز بھائی نے شفقت کے ساتھ اُسے بوسہ دیا تو وہ سلوٹ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

چند ایک بیج اور سرٹیفیکیٹ راشد نے اپنی صلاحیتوں سے ابتدا ہی میں حاصل کر لیئے تھے بس اب وہ کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتا ہے اسے سینے پر سجے بیجوں سے بہت پیار تھا وہ اکثر کہتا تھا۔

"ان بیجوں میں مجھے نیاز بھائی کا چہرہ دکھائی دیتا ہے......'

اور یہ بھی حیرت انگیز بات تھی کہ اس کا چہرہ نیاز بھائی کے چہرے سے کافی حد تک مُشابہت رکھتا تھا خاص طور پر وہ اسکاوٗٹ کے لباس میں تو بالکل ہی نیاز دکھائی دیتا تھا جبھی اکثر اس کی امّی اسے دیکھ کر نیاز کے گمان میں اُسے پکار بیٹھتیں۔

راشد تیزی کے ساتھ تعلیمی منازل طے کرتا ہوا نویں جماعت میں آ پہنچا تھا۔ جہاں وہ تعلیم میں ہر کسی سے آگے تھا وہیں اسکاوٗٹنگ میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ محلے سے لے کر اسکول تک اس کا چرچا تھا ہر کسی کی مشکل پر حاضر ہو جاتا ہر ایک کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا۔

گذشتہ دِنوں پھر اسکاوٗٹنگ کا ایک گروپ حیدرآباد روانہ ہو رہا تھا جہاں کی تربیت اور امتحان کے بعد اسکاوٗٹوں میں میڈل اور بیجز کی تقسیم کے لیئے ایک تقریب رکھی گئی تھی اور عام خیال یہ تھا کہ ایوارڈ اور بیجز کے لیے راشد کا نام منتخب کیا جائے گا اس کے بعد ندیم اور ماجد کی کامیابی کی توقع تھی۔

پرسوں اس کی روانگی تھی چند ایک چیزوں کی خریداری کے بعد رات کو جب وہ واپس گھر آرہا تھا کہ ڈیوس چوک کے قریب کسی موٹر سائیکل سوار سے اس کی ٹکر ہوگئی اور وہ لڑھکتا ہوا دُور جا گرا۔ موٹر سائیکل کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ وہ بچنے کے باوجود بھی نہ بچ سکا اور اس کا سر پختہ تارکول کی سڑک سے ٹکرا کر سُن ہو گیا پھر جب اسے ہوش آیا تو وہ اسپتال میں تھا اور اس کے امّی ابّو اور دیگر رشتہ دار اس کے سرہانے کھڑے تھے۔ اس کے

بدن کا زیادہ حصہ پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا اچانک وہ چونک اٹھا سامنے کے کلینڈر میں وہ تاریخ چمک رہی تھی جس دن اس کے اسکاؤٹس گروپ کو حیدر آباد روانہ ہونا تھا اس نے حسرت کے ساتھ اپنے مفلوج بدن کو دیکھا اور ٹھنڈا سا پڑ گیا آج کی کیمپنگ کسقدر ضروری تھی یہ وہی جانتا تھا مگر قدرت نے اس کو ایسے دوراہے پہ لا کھڑا کیا تھا جہاں وہ کسی بھی راستے پر سفر کرنے کے قابل نہیں تھا۔ امی نے اُس کے دُکھ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا..... پھر کبھی سہی....."

"حوصلہ نہیں ہارتے راشد..... نیاز بھائی نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آج نہیں کل سہی، کل نہیں پرسوں سہی تمہیں آگے بڑھنا ہے ضرور بڑھنا ہے تم ایک باحوصلہ اسکاوٹ ہو۔ جو چھوٹی موٹی مشکلوں کو خاطر میں نہیں لاتے....." اور اس کی نگاہوں کے سامنے نیاز بھائی کے ایکسیڈنٹ کا واقعہ گھوم گیا۔ اور اس نے تھک کر آنکھیں مُوند لیں شاید اس نے بھی رضائے الٰہی کے سامنے اپنی بے بسی محسوس کر لی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوبارہ غنودگی کے عالم میں چلا گیا۔

۱۷ دِن کے بعد جب وہ ڈسچارج ہو کر گھر آیا تو اب بھی چند ایک پٹیاں اس کے بدن سے چمٹی ہوئی تھیں مگر اب اس کی حالت خاصی بہتر ہو چکی تھی رفتہ رفتہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا چند روز بعد ہی سلیم اور ریحان اُس کے گھر آئے جن کی زبانی اُسے حیدر آباد کے دورے کا تفصیلی علم ہوا یقیناً اگر وہ بھی جاتا تو اس کے چند ایک بیجوں میں کچھ اور بیجوں کا اضافہ ہو جاتا اس کو دُکھ تو ضرور ہوا لیکن وہ پُر اُمید تھا کہ آئندہ کبھی نہ کبھی وہ اِس کمی کو ضرور پورا کرے گا۔ راشد کے ابّو بھی جانتے تھے کہ اُسے اس بات کا دُکھ ہوا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو کوئی بہت بڑا کارنامہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ بھی مجبور تھے۔

نویں جماعت کے امتحانات کے نتائج بھی آچکے تھے اور اس نے امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی تھی میٹرک کے داخلوں کے بعد پھر سے اسکاؤٹنگ کی تربیت شروع ہو چکی تھی اور اب راشد چاہتا تھا کہ وہ حیدر آباد والے دورے کی کمی پوری کرے وہ اپنے سینے پر بیجوں کی بھرمار دیکھنا چاہتا تھا وہ لڑکے جو اس سے کافی پیچھے تھے اب تقریباً اس کے برابر آچکے تھے اور وہ ایک بار پھر سب کو پیچھے چھوڑ دینا چاہتا تھا اس نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کا استعمال شروع کر دیا۔

مئی کے مہینے میں اسکاؤٹس گروپ لاہور جانے کی تیاری کر رہا تھا جہاں "قائدِ اعظم اسکاوٹ بیج" اور دیگر بیجوں میں کامیاب ہونے والے اسکاؤٹوں میں بیج کی تقسیم کی تقریب بھی رونما ہونی تھی اور ساتھ ہی اکیس ۲۱ دن کی تربیت بھی جہاں سے کامیابی حاصل کرنے والوں میں ان کی استعداد کار کے مطابق میڈل بھی دیئے

جانے تھے۔

جمعرات کے روز جب وہ کراچی سے اپنے گروپ کے ساتھ روانہ ہوا تو وہ بے حد خوش تھا اس کے انگ انگ سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا ستاون (۵۷) لڑکوں پر مشتمل اسکاؤٹ گروپ کے لیڈر احتشام صاحب تھے گاڑی اسٹیشن کو چھوڑ کر آگے بڑھنے لگی اور تمام لڑکے کھڑکیوں سے بھاگتے ہوئے منظر میں کھو گئے۔

اگلے دن گیارہ بجے وہ لاہور چھاؤنی پہنچے جہاں سے وہ اپنے لیڈروں کی زیر سرپرستی اپنے مخصوص کواٹروں کو جا پہنچے۔

پہلی رات کے آرام کے بعد احتشام صاحب تمام اسکاؤٹس کو کیمپنگ کے لئے لے گئے۔

پھر تقریباً (۲۱) اکیسویں دن تقریب کا اعلان کیا گیا جہاں راشد کو اعلیٰ ترین کارکردگی پر گولڈ میڈل پہنایا گیا اور اس کی قمیض پر "قائد اعظم بیج" لگایا گیا بھرپور تالیوں میں لسے یوں لگا یہاں آس پاس ہی نیاز بھائی بھی کھڑے تالیاں بجا رہے ہوں۔ پھر دیگر اسکاؤٹس میں بھی بیجز اور دیگر میڈلوں کی تقسیم کی گئی۔

راشد اس رات تمام وقت جاگتا رہا اس کے سینے پر چمکنے والا میڈل اس کی زندگی کی سر فہرست خواہشوں میں سے ایک تھی اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اُڑ کر کراچی پہنچ جائے۔ وہ جانتا تھا اس کی امی ابو اس کی اس کامیابی پر بہت خوش ہوں گے وہ کھڑکی کھولے آسمان کو گھور رہا تھا اچانک ہی آسمان پر بجلی چمکی اور اس کی آڑی ترچھی زرد روشنی چمک کر بجھ گئی اگلے ہی لمحے موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی تمام اسکاؤٹس تھکن کی وجہ سے بے خبر سو رہے تھے صرف راشد جاگ رہا تھا تیز ہوا سے اس کی کھڑکی کے دونوں پٹ بند ہوئے تو وہ جلدی سے اٹھا اور کھڑکی میں کنڈی لگانے لگا لیکن پھر اسے اندازہ ہوا کہ کمرے میں پنکھا چلنے کے باوجود حبس بڑھ رہا ہے تو اس نے کھڑکی کے دونوں پٹ ہاتھ سے کھول دیئے اچانک بجلی پھر چمکی تو اس نے دیکھا ایک چھوٹی سی بچی ہاتھ میں کچھ پکڑے بارش میں بھیگتی چلی جا رہی ہے وہ بارش سے بچنے کے لیے کسی چھجے کی متلاشی تھی راشد نے تیزی سے کھڑکی کو چھوڑ کر دروازے کی چٹخنی گرائی اور لڑکی کی جانب لپکا۔

لڑکی نے خوفزدہ ہو کر چیخ ماری مگر بارش کے طوفان میں اس کی چیخ دم توڑ گئی۔

"گھبراؤ نہیں ننھّی لڑکی میں تمہارا ہمدرد ہوں ......" راشد نے لڑکی کے کان میں چلا کر کہا اور آہستہ آہستہ اپنے کواٹر کے شیڈ کے نیچے لے آیا جہاں بارش سے محفوظ ہونے کی مناسب جگہ تھی۔

"اتنی رات گئے کہاں جا رہی ہو ....." راشد نے بچی کی آنکھوں میں اعتماد دیکھا تو آہستہ سے بولا۔

"میری ..... میری ماں کی طبیعت خراب ہے نا ..... ڈاکٹر سے دوائی ..... وہ اٹک اٹک کر بولی بارش

کے بے شمار قطرے اس کے بالوں سے پٹ پٹ گر رہے تھے لیکن بارش کے پانی اور آنسوؤں کے پانی میں اب بھی فرق کیا جاسکتا تھا وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"اچھا تم ٹھہرو..... میں ابھی آتا ہوں..... راشد اس بچی کو چھوڑ کر واپس کمرے میں گیا اور ٹارچ کی روشنی میں کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا۔

" کاشف —

میں بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں احتشام صاحب کو بتا دینا اگر میں کل صبح تک نہ پہنچا تو تم لوگ چلے جانا میں کسی دوسری گاڑی سے آنے کی کوشش کروں گا۔

فقط والسلام ، راشد

اس نے جلدی جلدی لفظوں کو گھسیٹا اور خط تکیے کے نیچے رکھ کر باہر نکل گیا لڑکی منتظر تھی اس نے پلاسٹک کی تھیلی کو بچی کے اوپر پھیلا دیا اور تیزی سے ڈاکٹر کے گھر کی طرف ٹارچ کی روشنی میں بچی کی رہنمائی میں چلنے لگا.... تھوڑی ہی دیر بعد وہ ڈاکٹر کے گھر کے سامنے کھڑا تھا کئی بار گھنٹی بجانے کے باوجود بھی جب کوئی باہر نہ نکلا تو راشد نے گھنٹی کو دبا کر چند لمحے کے لیے اس پر ہاتھ رکھ دیا اچانک دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ایک سیاہ ہیولہ قدم بڑھاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔راشد نے ڈاکٹر کو اپنا مسئلہ بتایا اس نے فوراً دونوں کو اندر بلایا اور دوائیاں راشد کے حوالے کر دیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں واپس گھر کی طرف روانہ ہو گئے کچی پکی گلیوں سے ہوتے ہوئے وہ بچی کے گھر تک پہنچ گیا اندر سے بچی کی ماں کے کراہنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی کیونکہ بارش کا زور اب ٹوٹ چکا تھا۔

اندر ایک پرانی سی چارپائی پر ایک عورت موت اور زندگی کی کشمکش میں پڑی تھی بخار سے اس کا بدن تپ رہا تھا۔راشد نے غنودگی کے عالم میں ہی اُسے دوائیوں کی خوراک دی اور رات بھر ٹھنڈی پٹیاں اس کے ماتھے پر رکھتا رہا۔

فجر کی اذان ہونے کو تھی راشد اور اس کے ساتھ بیٹھی ننھی بچی مستقل کبھی ٹھنڈی پٹیاں اپنی ماں کے ماتھے اور پیروں پر رکھتی کبھی ننھے ننھے ہاتھ بلند کر کے دعائیں مانگنے لگتی رتجگا کامیاب رہا اور بچی کی ماں کا بخار ٹوٹ چکا تھا عورت نے طویل غنودگی کے بعد آنکھیں کھولیں اور راشد کو دیکھ کر چونک گئی۔

"اماں جی... ان کی وجہ سے تمہارا بخار اترا ہے......" بچی نے ایک ہی لمحے میں رات بھر کی کہانی بیان کر دی جب راشد نے عورت کی طرف دیکھا تو وہ کافی بہتر لگ رہی تھی۔لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی کیونکہ

اسکا پورا گروپ یقیناً روانہ ہو چکا تھا۔۔راشد نے تمام دوائیوں کو پھر سے چیک کیا اور ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔ڈاکٹر نے قریبی میڈیکل اسٹور سے دوائیوں کو خرید کر بچی کے حوالے کیا۔

"ماں جی اب آپ کی طبیعت خاصی بہتر ہے مجھے اجازت دیجئے مجھے کراچی جانا ہے ۔۔۔۔۔"

"بیٹا تو تو فرشتہ ہے ورنہ آج میں موت سے ہار چکی ہوتی۔۔۔۔" عورت کی نقاہت میں ڈوبی آواز اُبھری۔

"نہیں ماں جی یہ تو میرا فرض تھا۔اسکاؤٹ ہر ایک کا مددگار ہوتا ہے۔۔اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔

اسی وقت ننھی بچی ہاتھ میں تازہ گلاب کا کِھلا ہوا سُرخ پھول لیئے داخل ہوئی۔

"یہ لو راشد بھائی"۔۔۔۔اس نے "قائدِ اعظم بیج" کے ساتھ ہی پھول اٹکا دیا۔

"ہمارے پاس شکریہ کہنے کو بھی نہیں۔۔۔۔عزیب لوگ ہیں نا۔"

راشد بچی کو پیار کر کے ماں جی کی دعائیں لیتا ہوا باہر نکل گیا تمام راستے وہ پھول کی خوشبو سے مسحور ہوتا رہا وہ جو بہت بڑا کارنامہ کر کے اپنے سینے پر کوئی بہت بڑا سا بیج حاصل کرنا چاہتا تھا اسے آج یوں لگ رہا تھا جیسے آج وہ پہلی بار اسکاؤٹ بنا ہے۔اس کے سینے پر کئی بیج تھے لیکن اس پھول کے سامنے کم تر لگ رہے تھے پھول کا بیج اُسے بہت عظیم لگ رہا تھا دوسروں کی خدمت کا جذبہ اُس پر غالب آتا جا رہا تھا اور وہ واپس کراچی کی طرف گامزن تھا جہاں اُسے سینے پر سجے مُرجھائے ہوئے پھول کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔۔۔۔!

نتائج

اگر کوئی آپ کو اغواء کرنا چاہے

۲۵ تا ۳۰، بلاشبہ آپ نے انتہائی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔امید ہے کہ آپ زندگی کی مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب رہیں گے۔

۱۵ تا ۲۵، آپ کو اغوا کرنا زیادہ مشکل نہیں۔صرف خوش قسمتی اور اتفاقات ہی آپ کو اس مشکل سے نکال سکتے ہیں۔آپ کو یہی مشورہ دیا جاسکتا ہے آپ ٹھنڈے دل و دماغ اور بہادری سے حالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں۔

۱۵ سے کم۔آپ کی ناکامی کا سبب بُزدلی اور گھبراہٹ ہے۔یاد رکھیئے زندگی میں کامیاب وہی ہوتا ہے جو حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے۔

سکور بورڈ

ا: صفر، ب: ۳، ج: ۶ (۲) ا: ۱، ب: صفر، ج: ۶، د: صفر

(۳) ا: ۶، ب: صفر، ج: ۳، د: ۳ (۴) ا: ۵، ب: ۲، ج: ۶، د: ۶، س: ۲

(۵) ا: ۲، ب: ۶، ج: ۲، د: صفر

ماہنامہ
آنکھ مچولی

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی
اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے
ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہو جایئے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی
اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔ ۱۱۳ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) رجسٹرڈ ڈاک سے ۱۲۰/۹۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) رجسٹرڈ ڈاک سے ۲۴۰/۱۸۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سالہ ممبر شپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

- -

خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی" کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں
اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ..... روپے کا بینک ڈرافٹ / پوسٹل آرڈر
منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ــــ میرے نام حسبِ ذیل پتے پر ماہ ...... سے ماہنامہ
جاری کر دیا جائے۔

نام ____________________

مکمل پتہ ____________________

کوئی ضروری ہدایت ____________________

فون نمبر ____________ دستخط ____________

جہاں قالین وہیں صفائی

خوشخبری : اب ہر ڈرائی کلیننگ کے ساتھ
ایک خوبصورت کی چین "مفت حاصل کیجئے!

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ہیڈ آفس :

عبداللہ ہارون روڈ فون : ۵۱۱۷۱۱

شاخیں :

- بہادر آباد فون : ۴۱۳۶۹۵
- ڈیفنس فیز V فون : ۵۲۶۵۳۹
- جمشید روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
- امیر خسرو روڈ 〃 ۴۱۳۶۹۵
- کھارادر 〃 ۲۲۵۸۰۳
- راشد منہاس روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
- گارڈن روڈ 〃 ۷۲۲۴۳۳
- حسن اسکوائر 〃 ۵۲۶۵۳۹
- برنس روڈ 〃 ۲۰۲۳۳۶

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس : عبداللہ ہارون روڈ ۔ کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۳۹

زونل آفس : صدر بازار ۔ راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

نیّر سلام

گرل گائیڈز

طالبات کی بین الاقوامی تنظیم

گرل گائیڈ تحریک کا آغاز ۱۹۱۰ء میں انگلینڈ میں ہوا۔اس سے پہلے لڑکوں کے لیئے اسکاوٹ تحریک شروع ہو چکی تھی۔اور اس کے بانی سر رابرٹ بیڈن پال تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ کم عُمر بچوں کو کھیل ہی کھیل میں ایسی ترتیب دی جائے کہ وہ بڑے ہو کر ملک و قوم کے اچھے اور کار آمد شہری بن سکیں۔ بچیوں کے لیے یہ تحریک سر پال نے اپنی بہن لیڈی بیڈن پال کی مدد سے شروع کی۔اس کے اچھے اُصول و قواعد دیکھ کر دوسرے ملکوں نے بھی اسے اپنانا شروع کیا۔اور اس وقت دنیا کے ۱۱۹ ملکوں میں یہ تحریک گرل گائیڈز یا گرل اسکاؤٹس کے نام سے کام کر رہی ہے۔

ہمارے ملک پاکستان میں اس کا آغاز دسمبر ۱۹۴۷ء میں محترمہ فاطمہ جناح نے کیا اس وقت ملک بھر میں گائیڈز کی کل تعداد ۹۳ ہزار کے قریب ہے ۶ سال سے ۱۰ سال کی عمر کی بچیاں جب اس تحریک میں شامل ہوتی ہیں تو انہیں چھوٹی گائیڈ کہتے ہیں۔۱۱ سال سے ۱۵ سال تک گرل گائیڈ اور ۱۶ سے ۲۱ سال تک بڑی گائیڈ کہلاتی ہیں۔ان کے یونیفارم بھی مختلف ہوتے ہیں۔آپ کی عُمر کی بچیاں چھوٹی گائیڈ یا گائیڈز بن سکتی ہیں۔

چھوٹی گائیڈ کا یونیفارم یہ ہے۔

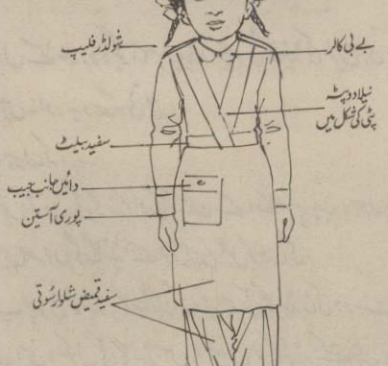

پہلا ٹسٹ مکمل کرنے کے بعد جب چھوٹی گائیڈ وعدہ کا بیج حاصل کرتی ہے تب پہلی بار یونیفارم پہنتی ہے۔ بیج حاصل کرتے وقت چھوٹی گائیڈ یہ الفاظ دہراتی ہے "میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں پوری کوشش کروں گی کہ میں خدا کے احکام کی تعمیل کروں اور پاکستان سے محبت کروں روزانہ دوسروں کی مدد کروں خاص طور پر اپنے گھر والوں کی چھوٹی گائیڈ کے قوانین کی تعمیل کروں۔"

گائیڈ کا یونیفارم یہ ہے۔

لکھی ہوئی چیزوں کے علاوہ دیگر تمام یونیفارم چھوٹی گائیڈ کی طرح ہی ہو گا۔ گائیڈز یونیفارم کے ساتھ سفید دوپٹہ بھی اوڑھتی ہیں۔ اور یہ وعد کرتی ہیں۔

میں وعدہ کرتی ہوں کہ:

"میں پوری کوشش کروں گی کہ خدا اور پاکستان کے احکام پر پابند رہوں بنی نوعِ انسان کی مدد اور تعمیرِ پاکستان کے کاموں میں حصہ لوں گی، گائیڈ کے قوانین پر عمل کروں گی۔

پیاری بچیو۔۔ آپ چھوٹی گائیڈ / گائیڈز بن کر دنیا بھر کی گائیڈز کی دوست بن سکتی ہیں اگر آپ کی یہ خواہش ہو تو مزید معلومات کے لیے اپنی اسکول کی گائیڈ مس (جنہیں ہم گائیڈر کہتے ہیں) کے پاس جائیں یا "آنکھ مچولی" کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

نیکیوں کا موسمِ بہار

ماہِ رمضان المبارک

اعظم منہاس

رمضان المبارک۔ اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں سب مسلمانوں پر روزے رکھنا فرض ہیں۔ یوں تو جب اور جس ماہ میں بھی اللہ رب العزت کی عبادت کی جائے اس کا ثواب ملتا ہے مگر رمضان المبارک میں کی گئی ہر عبادت کا ثواب عام دِنوں میں کی گئی عبادت کی نسبت ستر گنا زیادہ ملتا ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ روزہ رکھنے کے لیے صبح صادق سے پہلے اٹھنا ہوتا ہے اور سحری کھانی ہوتی ہے اور روزہ بند ہونے کے سائرن کے بعد سے لے کر نماز مغرب کی اذان تک دِن بھر آپ کوئی چیز نہیں کھا سکتے کوئی شخص لوگوں سے چُھپ کر اندھیرے کمرے میں چاہے کچھ بھی کھا پی لے اور لوگ اسے روزہ دار ہی سمجھتے رہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ممکن نہیں۔ وہ دِلوں کے بھید سے بخوبی واقف ہے۔

اسی ماہ کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے جس میں کی گئی عبادت کو قرآن کریم نے ہزار راتوں میں کی گئی عبادت سے بھی زیادہ افضل قرار دیا ہے، ہمیں اُمید ہے کہ آپ نہ صرف اس ماہ میں روزے رکھیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیئے ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کریں گے۔ ثواب کمائیں گے اور عبادت کریں گے اور جو بات باعث خوشی ہے وہ یہ کہ اس ماہ میں نیکیوں اور عبادت کا ایک ماحول ہوتا ہے۔

رمضان بھر میں بھوک پیاس پر قابو رکھنے اور مسلسل عبادتوں کے بعد ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو تمام مسلمان بڑے شوق اور تجسّس سے چاند دیکھتے ہیں اور چاند نظر آنے کے اگلے ہی دِن عید ہوتی ہے۔ یہ عید دراصل رمضان المبارک میں دِن رات کی گئی عبادتوں اور نیکیوں کا انعام ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں کا تذکرہ تو ہم نے کر ہی دیا مگر چند اہم واقعات کی وجہ سے بھی اس ماہ کی اہمیّت دو چند ہو جاتی ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ اس ماہ مبارک میں قرآن کریم کا نزول وحی کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع ہوا اور اس مقدس ماہ مبارک میں قرآن کریم کی تکمیل ہوئی۔

دوسری اہم بات یہ کہ ۲۱ رمضان المبارک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی آپؓ رسولِ کریمؐ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور آپ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے شوہر بھی۔ حضرت علیؓ بہت بہادر اور طاقت ور ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے فقیہہ اور خدا ترس عالم بھی تھے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد اسلامی حکومت کی قیادت آپ کو سونپی گئی۔ آپ کو کوفہ کی مسجد میں ایک خارجی نے تلوار کے وار سے زخمی کر دیا اِن زخموں سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔

اس ماہ مبارک میں ۱۷ رمضان کو مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلی جنگ ہوئی جسے غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس جنگ میں حالانکہ مسلمانوں کی تعداد دشمنوں سے کم تھی لیکن خدا پر عزم ویقین کے باعث مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور کفار کے کئی سرکردہ سردار ابوجہل اور امیہ بن خلف سمیت سبھی مارے گئے یہ فتح اسلام کی تاریخ کا معرکہ آراء واقعہ ہے۔

پھر اسی ماہ میں ۱۰ رمضان المبارک کو عظیم نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسمؒ نے سندھ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے مسلمانوں کی سلطنت میں داخل کیا۔ محمد بن قاسم کے باعث ہی ہندوستان کے لوگوں کو مسلمان ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ محمد بن قاسم نے چھ ہزار فوج سے راجہ داہر کی ساٹھ ہزار فوج کا مقابلہ کیا اور تائید ایزدی سے فاتح قرار پایا، اس کے حسنِ سلوک اور منصف مزاجی کا یہ عالم تھا کہ جب محمد بن قاسم واپس جانے لگا تو ہندو بھی اس کی جدائی کے تصور سے روتے تھے، انہوں نے محمد بن قاسم کی مورتیاں بنا کر اپنے مندروں میں رکھ لیں۔

اس ماہ کی برکتوں میں سے ایک اہم بات ہمارے پیارے پاکستان کا قیام ہے، جدوجہد آزادی کی تاریخ سے کون واقف نہیں، مسلمانوں کی اس عظیم تحریک کے نتیجے میں ۱۴ اگست ۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں سے آزادی حاصل کی تو وہ دن بھی ۲۷ رمضان المبارک کا تھا۔

آیئے عہد کریں کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اپنے ملک کی سلامتی کے لیۓ بھی نہ صرف دعا کریں گے بلکہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پاکستان کی سرزمین کے استحکام کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔

عقیل عباس جعفری

اسکاؤٹنگ ایک بامقصد مشغلہ

مشاغل کی کہانی کے سلسلہ میں اب تک آپ نے ایسے مشاغل کے بارے میں پڑھا ہے۔ جن میں مختلف اشیائ کو جمع کرنے اور ان کی دیکھ بھال کے بارے میں بتایا گیا تھا مگر جیسا کہ ہم نے آپ کو اپنے پہلے مضمون میں بتایا تھا کہ مشغلہ محض کچھ اشیائ کے جمع کرنے کا نام نہیں بلکہ اس میں ایسے تمام کھیل کود اور ایسے تمام دلچسپ کام کاج بھی شامل ہیں جو کسی بھی بچے یا بچی کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کے لیے مددگار اور معاون ثابت ہوں ایسا ہی ایک دلچسپ مشغلہ اسکاؤٹنگ ہے جس کا مقصد کھیل کھیل میں شہریت کے اصولوں کی تربیت دے کر لڑکوں کو معاشرے کا ایک ذمہ دار اور باکردار شخص بنانا ہے۔

اسکاؤٹنگ دنیا بھر کے بچوں اور نوجوانوں کی ایک پسندیدہ تحریک ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے اس تحریک کا مقصد لڑکوں میں اچھی شہریت کا جذبہ پیدا کرنا اور انہیں بلند کردار اور دوسروں کی خدمت کی تربیت دی جاتی ہے جو تدریسی سرگرمیوں میں بھی ان کی مددگار ہوتی ہیں اسی طرح مختلف طریقوں سے اخلاقی، ذہنی، روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ نہ ہوں بلکہ خود کفیل ہوں۔ دوسروں کی مدد کریں اور ان کی رہنمائی کریں۔ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہوں اور ملک و قوم کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔ اگرچہ یہ مذہبی تحریک نہیں لیکن ہر اسکاؤٹ کے لیئے اپنے مذہب کا پابند ہونا ضروری ہے یہ تحریک غیر فوجی اور غیر سیاسی ہے۔ کوئی بھی اسکاؤٹ اپنی یونی فارم میں کسی سیاسی جلسے یا جلوس میں شرکت نہیں کر سکتا۔

اسکاؤٹنگ کی عمارت کی بنیاد اسکاؤٹ وعدہ اور اسکاؤٹ قانون پر ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس قانون اور وعدے کے صحیح معنوں اور اصل رُوح سے واقفیت حاصل کی جائے تاکہ اسکاؤٹ کی زندگی اِسی سانچے میں ڈھل جائے۔ جس کا ذکر اسکاؤٹ وعدے اور اسکاؤٹ قانون میں موجود ہے۔

اسکاؤٹ وعدہ (THE SCOUT PROMISE)

اسکاؤٹ برادری میں داخل ہوتے ہوئے ہر اسکاؤٹ کو سب سے پہلے ایک وعدہ کرنا پڑتا ہے۔

میں اپنی آن پر وعدہ کرتا ہوں کہ۔

۱: خدا اور ملک کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی۔

۲: دوسروں کی امداد اور

۳: اسکاؤٹ قانون کی پابندی میں میں اپنی پُوری کوشش کروں گا۔

جب تک یہ وعدہ نہیں کیا جاتا کوئی لڑکا اسکاؤٹ کی وردی یا بیج استعمال نہیں کر سکتا یہ وعدہ ہی وہ قوت ہے جو اسکاؤٹ تحریک کو وہ زندگی بخشتی ہے اس وعدے کی تیسری شق یہ ہے کہ ہر اسکاؤٹ اسکاؤٹ قانون کی پابندی کی پُوری کوشش کرے گا تو آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ اسکاؤٹ قانون کیا ہے۔

اسکاؤٹ قانون۔ (THE SCOUT LAW)

اسکاؤٹ قانون کے مطابق۔

۱: اسکاؤٹ کی آن قابلِ اعتماد ہوتی ہے۔

۲: اسکاؤٹ اپنے گھر، والدین اور مُلک کا وفادار ہوتا ہے۔

۳: اسکاؤٹ ہر شخص کا مددگار ہوتا ہے۔

۴: اسکاؤٹ سب کا دوست اور ہر اسکاؤٹ کا بھائی ہوتا ہے۔

۵: اسکاؤٹ خوش اخلاق ہوتا ہے۔

۶: اسکاؤٹ تمام حیوانات سے دوستانہ سلوک کرتا ہے۔

۷: اسکاؤٹ اپنے والدین، اسکاؤٹ ماسٹر، پٹرول لیڈر کی فرمانبرداری بے حیل و حجت کرتا ہے۔

۸: اسکاؤٹ ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتا ہے۔

۹: اسکاؤٹ کفایت شعار ہوتا ہے۔

۱۰: اسکاؤٹ بہادر ہوتا ہے۔

۱۱۔ اسکاؤٹ قول، فعل اور کردار میں پاکیزہ ہوتا ہے۔

۱۲۔ اسکاؤٹ اپنے تمام مذہبی فرائض پابندی سے ادا کرتا ہے۔

ایک لڑکا جب اسکاؤٹ بنتا ہے تو وہ سب سے پہلے اسکاؤٹ وعدہ اور اسکاؤٹ قانون سیکھتا ہے اس ابتدائی مرحلے پر اسکاؤٹ ماسٹر کو چاہیئے کہ وہ اسے اِن کی اہمیّت سے روشناس کرائے اور وہ خود بھی ان کی اہمیت سے باخبر ہو۔

اسکاؤٹوں کو یہ قانون محض طوطے کی طرح یاد کرا دینا بے کار ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ اس قانون کی اصل اہمیّت اور رُوح سے آشنا اور باخبر ہوں۔ یہی وہ بنیاد ہے جس کی استواری، اسکاؤٹنگ کی عمارت مضبوط اور عالی شان بنانے کے لیے ضروری ہے۔

اسکاؤٹ قانون کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ براہِ راست اسکاؤٹ سے مخاطب ہوتا ہے اس میں جن باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ ہر طالب علم کی روزمرّہ زندگی سے متعلق ہیں اور ان سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اسکاؤٹ ماسٹرز کو چاہیئے کہ وہ ایسا طریقۂ کار اختیار کریں کہ ہر اسکاؤٹ میں اس قانون کو سمجھنے کی صلاحیت از خود پیدا ہو جائے۔ اور انہیں احساس ہو جائے کہ اس قانون کا ہماری زندگی سے کیا تعلق ہے۔

اسکاؤٹ تنظیم

بچّوں اور نوجوانوں کی نفسیات کے مطابق اسکاؤٹ تنظیم کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا حصّہ کب (CUB) دُوسرا حصّہ اسکاؤٹ اور تیسرا حصہ روَور کہلاتا ہے۔

"کب" اسکاؤٹ وہ بچّے کہلاتے ہیں جن کی عمر سات سے دس تک ہوتی ہے گیارہ سے سولہ سال تک کے لڑکے بوائے اسکاؤٹ اور سترہ سے پچیس سال تک کے نوجوان روَور اسکاؤٹ کہلاتے ہیں ان تینوں حصّوں میں ہر مرحلہ کی نفسیات کے مطابق تربیتی سرگرمیاں شامل کی جاتی ہیں۔

"کب" اسکاؤٹ کو پاکستان میں شاہین اسکاؤٹ کہا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا اس حصّے میں وہ بچّے شامل ہوتے ہیں جن کی عمر گیارہ سال سے کم ہوتی ہے اس عمر کے بچّے چھوٹے چھوٹے گروپوں میں کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ اس لیئے انہیں چار سے چھ بچّوں کے گروپوں میں تقسیم کر کے اسے پرواز کہا جاتا ہے۔ ہر پَرواز کا نام رنگ پر ہوتا ہے مثلاً سفید پَرواز، سبز پرواز۔ ان کا رہنما سُنہرا شاہین کہلاتا ہے۔ تین یا چار پروازوں سے شاہین یونٹ کی تشکیل ہوتی ہے اور اس کا سربراہ رہبر کہلاتا ہے۔

جب بچّے کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اسے بوائے اسکاؤٹ کی تنظیم میں شامل کر لیا جاتا ہے

اس عمر کا بچہ سیکھنا چاہتا ہے اور جماعتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتا ہے۔ چنانچہ اسکاؤٹوں کو مختلف ٹروپ اور پٹرول میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

اسکاؤٹ قواعد کے مطابق ہر ٹروپ کا انچارج ایک اسکاؤٹ ماسٹر ہوتا ہے۔ اور ایک اس کا نائب تاکہ جب اسکاؤٹ ماسٹر موجود نہ ہو تو اس کا قائمقام کام کر سکے۔ ٹروپ کے مختلف حصّے ہوتے ہیں جنہیں پٹرول کہا جاتا ہے۔ ہر پٹرول میں چھ سے آٹھ اسکاؤٹ ہوتے ہیں جن میں سے ایک پٹرول لیڈر ہوتا ہے اور ایک اس کا معاوِن۔

ہر پٹرول کی ترتیب زیادہ تر حالات پر منحصر ہوتی ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ کُنذہم جنس باہم جنس پرواز کے اُصول کو مدنظر رکھا جائے لیکن شاید بعض اوقات یہ ممکن نہ ہو سکے۔ بہر حال جہاں تک ممکن ہو دوست لڑکوں کو ایک ٹروپ میں رکھا جائے۔ اگر وسیع علاقے کے طلبا کا ایک ٹروپ باہم مِلا کر بنایا جائے تو پٹرول بناتے وقت یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ ایک علاقے کے لڑکے ایک پٹرول میں جمع کیئے جائیں اس طرح انہیں موقع میسّر آ سکے گا کہ وہ مانوس ماحول میں رہ کر رفاقت کے جذبے سے بہتر کام کر پائیں۔ اور اچھے نتائج پیش کر سکیں۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ جہاں تک کردار کی تربیّت کا تعلق ہے پٹرول کا طریقِ کار اسکاؤٹنگ کا اہم ترین حصّہ ہے۔ اس کے ذریعے لڑکے باہم مل جُل کر اسکاؤٹنگ کی روایات کو برقرار رکھتے اور ٹروپ کی سرگرمیوں میں حصّہ لیتے ہیں جب پٹرول کا نظام اپنا کام کرنے لگے تو اسکاوٹ ماسٹر روزمرہ کے بہت سے کاموں سے فارغ ہو جاتا ہے اور وہ اسکاؤٹوں پر انفرادی توجہ دے سکتا ہے۔ وہ پٹرول لیڈروں کی تربیّت میں زیادہ انہماک سے کام کر سکتا ہے۔ نتیجتاً پٹرول لیڈر اسکاؤٹوں کو بہتر ٹریننگ دیتے ہیں اور یوں اچھے اسکاوٹ بالآخر اچھے شہری بننے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لیئے اسکاؤٹ تحریک شروع کی گئی تھی۔

دو یا دو سے زائد پٹرول مِل کر ایک ٹروپ کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ ٹروپ، دو یا دو سے زائد پٹرول پر مشتمل ہوتا ہے ان میں منقسم نہیں ہوتا۔ ٹروپ کا نظام اسکاؤٹوں کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کاروبار میں اسکاؤٹوں کی مرضی کا بہت دخل ہوتا ہے اس طریقِ کار کے ذریعہ اسکاؤٹوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ قائدانہ صلاحیتوں اور ماتحتوں کو ضبط میں رکھنے کی ذمہ داریوں سے آگاہی ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسکاوٹ اپنی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔

اسکاؤٹنگ کی نصف کامیابی اس ماحول میں مضمر ہوتی ہے جو ٹروپ پیدا کرتا ہے۔ یہ ماحول کیسے پیدا کیا جائے اسی پر کامیابی کا انحصار ہوتا ہے۔ اور یہ کامیابی اس صورت میں حاصل ہونا زیادہ ممکن ہوتی ہے جب اسکاؤٹوں کی تمام سرگرمیوں میں مُہم جوئی اور فطرت پرستی کی صحیح رُوح پیدا کی جا سکے۔ اس ماحول کو پیدا کرنے کی ایک بہترین

صورت کمپ فائر کی ہے۔ اس موقع پر کوئی تقریر نہیں کی جاتی بلکہ کہانیاں کہی جاتی ہیں۔ کمپ فائر کے ارد گرد اسکاؤٹ بیٹھ جاتے ہیں۔ تاریکی میں آگ کی روشنی ایک عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ اسکاؤٹوں کی باہمی رفاقت اور دوستی کا جذبہ اپنے کمال پر ہوتا ہے یوں وہ ماحول پیدا ہوتا ہے جس میں مہم جوئی اور فطرت پرستی دونوں موجود ہوتی ہیں۔ کھلی فضا بچوں کے لیئے اور بھی زیادہ دلچسپی کا موجب بنتی ہے۔

اسکاؤٹنگ میں والدین کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا بچے ماں باپ کی دیکھ بھال میں پروان چڑھتے ہیں۔ جن کی تربیت اچھی ہوتی ہے وہی اچھے اسکاؤٹ بنتے ہیں۔ ایک اچھا اسکاؤٹ ماسٹر والدین کی اس حیثیت کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ اگر کوئی اسکاؤٹ ماسٹر اس زعم میں ہے کہ لڑکوں کے کردار کی تشکیل میں صرف اسی کا حصہ ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ ماہرین نفسیات کے مطابق بچے کے کردار کا سارا ڈھانچہ پانچ سال کی عمر تک بن جاتا ہے۔ لڑکپن میں اسی ڈھانچے کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسکاؤٹ ماسٹر اس پر رنگ آمیزی تو کر سکتا ہے۔ اسے تبدیل کرنا اس کے بس کا روگ نہیں۔

اسکاؤٹ ماسٹر کو چاہیے کہ وہ لڑکوں کے والدین سے قریبی رابطہ رکھے۔ انہیں اسکاؤٹنگ سے باخبر بنائے کبھی کبھی انہیں اسکاؤٹ ٹروپ میں آنے کی دعوت دے جب کوئی تقریب ہو تو اس میں اُن والدین کو ضرور بلانا چاہیئے۔ جن کے بچے اس تقریب میں حصہ لے رہے ہوں یا کوئی انعام یا بیج وغیرہ حاصل کرنے والے ہوں۔ والدین کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹوں کی ذہنی نشوونما کے لیئے ان کی سرگرمیوں میں بھرپور دلچسپی لیں۔ والدین کی امداد حاصل کرنے کے لیئے انہیں اسکاؤٹ گروپ کی مختلف کمیٹیوں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ بعض ٹروپوں میں والدین کی بھی ایک کمیٹی ہوتی ہے۔ جس سے مشوروں میں امداد حاصل کی جاتی ہے۔ یوں ٹروپ اور اس کا دائرۂ اثر بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

والدین کے علاوہ اساتذہ بھی اسکاؤٹوں کی تربیت میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں اور ان کی وجہ سے بھی اس تحریک کو وسعت دی جا سکتی ہے جس اسکول کے اسکاؤٹ اچھے ہیں وہ اسکول بھی اچھا خیال کیا جاتا ہے۔

اسکاؤٹنگ کی عملی تعلیم

لڑکوں کو اسکاؤٹنگ کے سارے اُصول ایک ساتھ نہیں سکھائے جا سکتے بہتر یہ ہے کہ انہیں آہستہ آہستہ بتدریج اسکاؤٹنگ کی تعلیم و تربیت دی جائے تاکہ وہ اس کی حقیقی رُوح کو اپنا سکیں۔

اسکاؤٹنگ کی عملی تعلیم سے قبل ایک لڑکا اسکاؤٹ عہد کا حلف اٹھا چکا ہوتا ہے۔ اس عہد کے بارے میں اسے چند باتوں سے آگاہی ہونی ضروری ہوتی ہے۔ اس ابتدائی دور کو ٹنڈر فٹ (TENDER FOOT) کہا جاتا ہے یعنی نازک پاؤں ایک لڑکا اس ابتدائی دور میں جو کچھ سیکھتا ہے آگے چل کر اسی کی بنیادوں پر مہم جوئی کے اہم کارنامے

انجام دیتا ہے۔

ٹنڈرفٹ کے حسب ذیل امتحانات ہوتے ہیں جن میں کامیابی کے بعد ایک لڑکا اسکاوٹ وردی اور اسکاوٹ بیج پہن سکتا ہے اور اسکاؤٹ کہلا سکتا ہے۔

۱:۔ ابتدائی واقفیت

ا:۔ اسکاؤٹنگ کی مختصر تاریخ
ب:۔ وعدہ قانون
ج:۔ سیلیوٹ اور اسٹاف ڈرل
د:۔ پاکستانی جھنڈا۔

حفظانِ صحت

ا:۔ جسمانی صحت کے اُصول
ب:۔ صحتِ عامہ ۔ زخم کی صفائی اور مرہم پٹی۔

۳:۔ مُشاہدہ۔

ا اسکاوُٹ نشان اور اِشارات۔

۴: پائینرنگ۔

ا:۔ گرہیں لگانا
ب:۔ اسی پر بند لگانا۔
ج:۔ داگل بنانا۔

ان امتحانات کو بتدریج پاس کرانے میں اسکاؤٹوں کی تربیت اس طریق سے کی جانی چاہیئے کہ انہیں یہ سب چیزیں ہمیشہ کے لیے یاد رہیں جب ایک لڑکا ٹنڈرفٹ کے تمام امتحانات میں کامیاب ہوجاتا ہے تو پھر اسے اسکاوُٹ برادری میں داخل کرنے کے لیئے اسکاوُٹ عہد کا حلف اٹھانا پڑتا ہے ہر اسکاوُٹ کی آئندہ ترقی کا دارو مدار اسی آغاز پر ہے جو اسے اسکاوُٹ برادری میں داخل ہوتے وقت میسر آتا ہے عہد کرکے اسکاوُٹ بننے کی رسم اس قدر پرکشش اور موثر ہونی چاہیئے کہ لڑکا عُمر بھر اس تقریب کو یاد رکھے۔ یہ یاد اسے ہمیشہ سہارا دے گی۔ اور اس کی ہمّت بڑھائے گی۔

جب ایک لڑکا اسکاوُٹ بن جاتا ہے اور اسے ٹنڈرفٹ کا بیج مل جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے سامنے دوسری منزل سکینڈ کلاس اسکاؤٹ کی ہوتی ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے ہر اسکاوٹ کو مندرجہ ذیل چھ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

اِبتدائی واقفیت۔

ا ٹنڈرفٹ امتحان دوبارہ پاس کرنا۔

حفظانِ صحت

ا جسمانی صفائی۔

مُشاہدہ

ا کم کا کھیل ب : کھوج ج : مطالعۂ قدرت

پائیونیرنگ

ا گرہیں ب : بند
ج کلہاڑی چلانا د : ایک گمبٹ بنانا

سیّاحت

ا قطب نما کا استعمال
ب : نقشہ بینی
ج : آگ جلانا
د کھانا پکانا

خدمتِ عامہ

ا : ابتدائی طبّی امداد
ب قوانین شاہراہ
ج : سگنلنگ اور پیغام رسانی۔

اسکاؤٹ تحریک کے بانی رابرٹ بیڈن پاوُل نے اپنی کتاب "اسکاؤٹنگ فار بوائز" میں لکھا ہے۔
کوئی بھی اسکاؤٹ سیکنڈ کلاس میں زیادہ مدت تک رہنے کو تیار نہیں ہوگا بلکہ جونہی ممکن ہوسکے وہ فرسٹ کلاس اسکاؤٹ بننا چاہے گا۔ لیکن اس کے لیئے اسے سخت محنت کی ضرورت ہوگی۔
ہر اسکاؤٹ کا مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ درجہ اوّل کا اسکاؤٹ بنے۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ اگر وہ کوشش کرے تو فرسٹ کلاس اسکاؤٹ کے امتحانات پاس کر سکتا ہے۔ ان امتحانات میں کامیاب ہونے کے بعد ہی وہ ایک مکمل اسکاؤٹ بن سکتا ہے۔ ورنہ سیکنڈ کلاس اسکاؤٹ کو ادھورا اسکاؤٹ کہا جا سکتا ہے۔
ایک اسکاؤٹ کو فرسٹ کلاس اسکاؤٹ بننے کے لیے ذیل کے امتحانات پاس کرنے ہوتے ہیں۔

ابتدائی واقفیت

ا سیکنڈ کلاس اسکاؤٹ کا امتحان دوبارہ پاس کرنا۔
ب ایک نئے لڑکے کو ٹنڈر فٹ بنانا۔

حفظانِ صحت

ا عام صفائی۔
ب پیراکی

مشاھدہ

ا کم کے کھیل ب کھوج لگانا
ج مطالعہ قدرت د اندازہ لگانا

پائنیرنگ

ا گرہیں لگانا ب بند
ج سانٹھ د کلہاڑی کا استعمال

سیّاحت

ا نقشہ بینی و نقشہ کشی ب سفر ج کھانا پکانا۔

پاکستان میں یہاں کے ماحول اور سماجی اور مذہبی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف ٹنڈر فٹ سیکنڈ کلاس اسکاؤٹ اور فرسٹ کلاس اسکاؤٹ کو بالترتیب اتحاد بیج، تنظیم بیج اور یقین بیج کا نام دیا گیا ہے بلکہ انہیں حاصل کرنے کے لیئے کچھ اور چیزیں سیکھنا بھی لازمی قرار دے دی گئی ہیں۔

مثلاً اتحاد بیج رٹینڈر فٹ، حاصل کرنے کے لیئے پہلے تین کلموں طیب، شہادت اور تمجید کا مع ترجمہ یاد ہونا۔ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرنا اور آنحضرتؐ کی حیات طیبہ اور ولادت تا ہجرت سے واقفیت ضروری ہے۔ اسی طرح تنظیم بیج رسیکنڈ کلاس اسکاؤٹ، کے حصول کے لیے آخری تین کلموں، توحید، استغفار اور ردّ کفر کا مع ترجمہ یاد ہونا اور ارکانِ اسلام اور حیات طیبہ از ہجرت تا وصال سے واقفیت ضروری ہے۔ تیسرے مرحلے یعنی یقین بیج رفرسٹ کلاس اسکاؤٹ، حاصل کرنے کے لیئے حقوق اللہ، حقوق العباد، غزواتِ بدر و احد و خندق اور خطبۂ حجۃ الوداع سے واقفیت ضروری ہے۔

جو اسکاؤٹ ان تینوں مرحلوں سے کامیابی سے گذر جاتا ہے اسے قائداعظم اسکاؤٹ کہا جاتا ہے۔

قائداعظم اسکاؤٹ دراصل اسکاؤٹنگ کا نقطۂ عروج ہے۔ اس درجے میں کامیابی حاصل کرنے والا طالبِ علم جہاں عمر کے لحاظ سے شعور میں پختگی حاصل کرتا ہے۔ وہیں اسے اسکاؤٹنگ کے تمام مراحل بھی طے کرنے پڑتے ہیں اور وہ حقیقی معنوں میں ان تمام خصوصیات کو اپنا چکا ہوتا ہے جو اس تحریک نے پیش کی ہیں۔ حوصلہ مندی، دوربینی، جرأت، کردار کی بلندی، رفاقت، مہم جوئی، خدمتِ عامہ اور ایسے کئی اور اوصاف اس میں پیدا ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ ایک اچھا شہری بن جاتا ہے اور اس کے بعد اس کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو شہریت کی تعلیم دینا شروع کرے۔

مقابلۂ کارٹون کیپشن

اس کارٹون کو دیکھ کر آپ کی سمجھ میں کیا آیا؟
آپ جو کچھ بھی سمجھے ہوں اسے صرف ایک سطر میں لکھ کر بھجوا دیں۔ سب سے اچھے کیپشن کو کتب کا انعام روانہ کیا جائے گا (ادارہ)

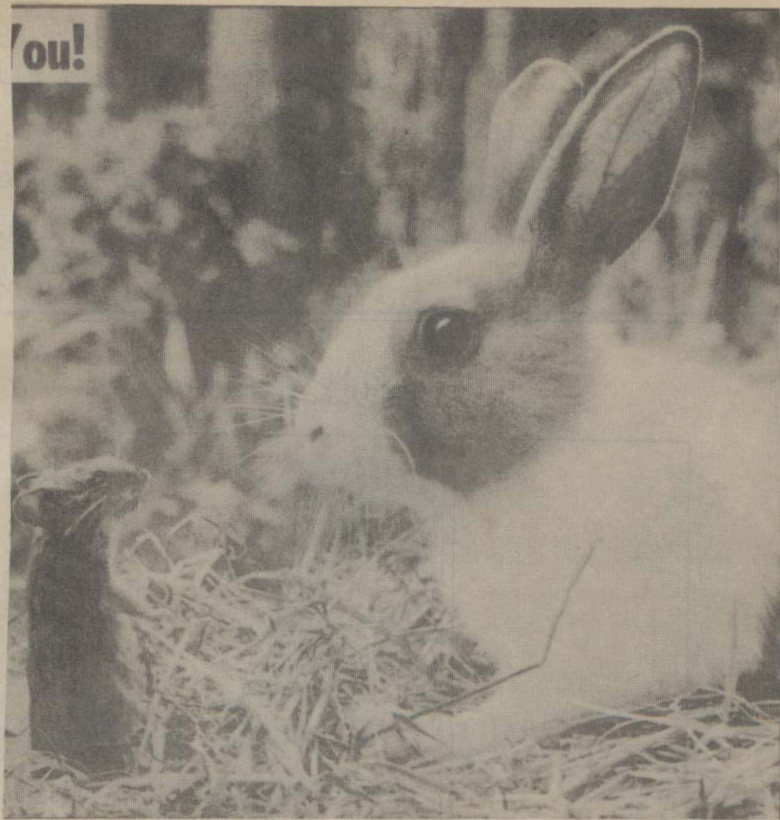

بھائی خرگوش ! ہوں تو میں بھی تمہاری عمر کا مگر ذرا بیمار رہتا ہوں۔

نتائج مقابلۂ کہانی نویسی

ماہنامہ آنکھ مچولی کے زیر اہتمام منعقد کیے جانے والے مقابلۂ کہانی نویسی کے حتمی نتائج مرتب کر لئے گئے ہیں انعامات حاصل کرنے والے خوش نصیبوں کو اسی عشرے کے آخر تک بذریعہ خط مطلع کر دیا جائے گا جبکہ تمام انعام حاصل کرنے والوں کے نام جون کے شمارہ آنکھ مچولی میں شائع کر دیے جائیں گے۔ (ادارہ)

ماهانه مقابلۂ معلومات

ام رباب جعفری

دائرہ معلومات

۲۰ اشاروں کے درست جوابات اس طرح حوالہ ڈاک کیجئے کہ وہ ہمیں ۲۰ اپریل تک موصول ہو جائیں تمام درست جوابات ارسال کرنے والے ساتھیوں کے نام اور تصاویر جولائی کے شمارے میں شائع کی جائیں گی اور قرعہ اندازی کے ذریعہ تین خوبصورت انعامات بھی دیے جائیں گے۔ مقابلے کے نئے شرکاء جان لیں کہ پہلے اشارے کا جواب جس حرف پر ختم ہوگا۔ دوسرے اشارے کا جواب اسی حرف سے شروع ہوگا علیحدہ صفحے پر جوابات کے ساتھ دائرہ بھی پُر کرکے بھجوانا ضروری ہے، دائرہ کے بغیر جوابات مقابلے میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

۱ پاکستان کے پہلے چیف اسکاوٹ۔

۲ اردو کے ایک مشہور افسانہ نگار، جن کا انتقال ۱۹۵۵ء میں ہوا

۳ پنجابی زبان کے ایک مشہور شاعر۔

۴ ایک شہر، جہاں بین الاقوامی عدالت انصاف واقع ہے۔

۵ لڑکیوں کے لیے اسکاوٹنگ کا نظام جو بیڈن پاول کی بہن اگینس نے شروع کیا۔

۶ دنیا کا سب سے بلند قامت جانور۔

۷ قدیم یونان کا ایک مورخ "جسے" بابائے تاریخ کہتے ہیں۔

۸ دنیا کا واحد ملک، جس کا پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہوتا۔

۹ اسپین کا ایک شہر۔ جہاں ۱۹۷۱ء میں ہاکی کا پہلا عالمی کپ منعقد ہوا

۱۰ ایک اسلامی ملک جس کے دارالحکومت کا نام الجزیرہ ہے

۱۱ ایک اسلامی مہینہ جس میں آنحضرتؐ معراج پر تشریف لے گئے

۱۲ اسکاوٹنگ تنظیم کے بانی

۱۳ ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ایک رات، جس میں قرآن مجید نازل ہوا

۱۴ انگریزی کا مشہور ادیب اور شاعر۔ جس نے ہندوستانی ماحول میں کئی ناول لکھے اور ۱۹۰۷ء میں ادب کا

نوبل انعام حاصل کیا۔

۱۵۔ پاکستان کا ایک شہر جو برقی پنکھوں کی صنعت کی وجہ سے مشہور ہے؛

۱۶۔ ان بزرگوں کے لیے ایک اسلامی اصطلاح جنہوں نے صحابہ کرام کا زمانہ دیکھا اور ان سے رسولؐ کے اقوال و افعال کو سنا۔

۱۷۔ ہالینڈ کا دوسرا نام؛

۱۸۔ فرانس کے ایک سابق صدر؟

۱۹۔ پاکستان کا ایک شہر، جہاں قطب الدین ایبک کا مزار ہے۔

۲۰۔ ایران کے مذہبی پیشوا۔ جن کی قیادت میں ایرانی عوام نے رضا شاہ پہلوی کی بادشاہت کا خاتمہ کر کے اسلامی انقلاب برپا کیا۔

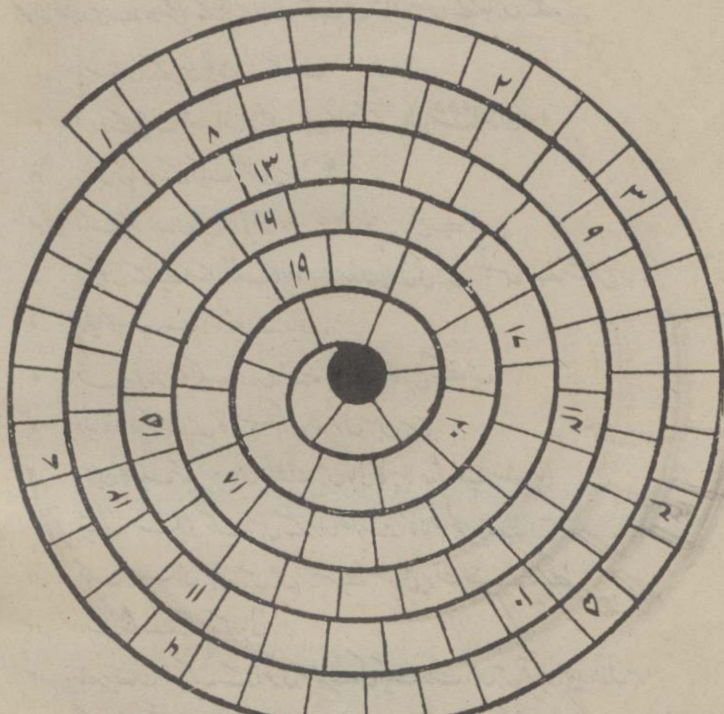

اِک نیا کمال
اِک نیا معیار
نئے دور کی نئی پینسل
Goldfish
DELUXE PENCIL
شاہ سنز لمیٹڈ
ڈی ۸۸ - ایس - آئی - ٹی - ای - کراچی
فون : ۲۹۳۴۵۱ ، ۲۹۳۴۵۲
Midas Khi

ماہ مارچ کے دائرہ معلومات کے درست جوابات

جوابات: (۱) پانی پت (۲) تیونس (۳) سارک (۴) کانگرس (۵) سجاد حیدر یلدرم
(۶) مشہد (۷) دیوبند (۸) دیوارِ چین (۹) نہرو (۱۰) وزیروف
(۱۱) فردوسی (۱۲) یعقوب ؑ (۱۳) برنارڈ شا (۱۴) ابنِ خلدون (۱۵) نوبل
(۱۶) لارڈز (۱۷) زبیر بن عوام ؓ (۱۸) میرؔ (۱۹) رچرڈز (۲۰) زار

۳۔ خوش نصیب ساتھی جو قرعہ اندازی کے ذریعے انعام کے حقدار قرار پائے۔

۱۔ مرزا توصیف بیگ ، شاہی بازار ، حیدر آباد
۲۔ سید محمود احمد نقوی ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی
۳۔ ابوبکر القاسم ، بدوکی گوسائیاں ، گوجرانوالہ

درست جوابات ارسال کرنے والے ساتھی

رضوان احمد صدیقی ، فیڈرل بی ایریا، کراچی

شاہد علی خان ، کورنگی، کراچی

محمد یوسف یونس ، لی مارکیٹ کراچی

فہیم الدین اسلام ، کورنگی، کراچی

عامر نجم گھانگرو ، حیدری، کراچی

عزیز اقبال صدیقی، شاہ فیصل کالونی، کراچی

مدثر مقصود، لیاقت آباد، کراچی

شفیق الرحمٰن، حالی نگر، حیدر آباد

• م م رضا ، نیا محلہ ، جہلم • عدنان فراز چیمہ ، وزٹ عباس • مشہود تبارک نارتھ ناظم آباد، کراچی
• ضیاء شہزاد ، بلال کالونی ساہیوال • محمد امین سیف الملوک ، سانگھڑ • علی پرویز الف ۱/۲ ، اسلام آباد

• تزئین جاوید، شمالی ناظم آباد، کراچی • حسن مہندی خراسانی، انچولی، کراچی • ساجدہ شمع نور، ایف بی ایریا، کراچی
• بینش فاطمہ، دستگیر، کراچی • فیصل فرید پراچہ، اچھرہ، لاہور • اشرف سہیل، دھوبی محلہ، ساہیوال
• عامر منیر، نانک روڈ، ڈیرہ اسماعیل خان • ٹیپو نوید، بلاک الف، چشتیاں • برکت عزیز علی، گلبہار، کراچی
• عدنان احمد عباسی، سلطانوالہ، جھنگ • رضوان حامد، گلشن اقبال، کراچی • سارہ جاوید، نارتھ کراچی۔
• فرح فاطمہ، سلطانوالہ، جھنگ • سلمان کفیل، ملتان روڈ، لاہور • عزیز امیر، گارڈن ایسٹ، کراچی
• مسرت جبین ناز، اقبال نگر، فیصل آباد • مہہ جبین ناز، اقبال نگر، فیصل آباد • عمر شہزاد عباسی، لاہور
• آنسہ، ایف بی شیخ، گلبرگ، فیصل آباد • سیدہ ثروت نقوی، نارتھ ناظم آباد، کراچی • حافظ طلحہ وحید، اردو بازار، لاہور
• اسامہ ممتاز، ملیر، کراچی • جاوید حیدر شاہ، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی • حمیرا فلک ناز، دستگیر، کراچی
• محمد کامل، چوڑی پاڑہ، ٹنڈو الہ یار • مبارک علی خان، سنجھورو، سانگھڑ • راجہ ناصر علی، ڈاکیارڈ، کراچی
• راجہ آصف علی، ڈلوال، چکوال • نابغہ ناز، اقبال نگر، فیصل آباد • بشریٰ بتول، ایبیسینا لائن، کراچی
• فیصل ارشاد، لیاری، کراچی • فاطمہ گل ناز، پونچھ کالونی، لاہور • عقیل اختر، مسلم ٹاؤن، کراچی۔
• عبدالعزیز شیخ، کریانہ بازار، سکھر • کاشف شکور، نظامانی روڈ، سانگھڑ • جاوید اقبال، اقبال نگر، فیصل آباد
• امداد حسین قریشی، لیاری، کراچی • سید محمد علی، لطیف آباد، حیدرآباد • حاجی ابراہیم، لی مارکیٹ، کراچی
• آصف اقبال، لاوہ، ضلع چکوال • عائشہ رفعت، سنگلانوالہ، خانیوال • سعدیہ فیصل، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
• رخشندہ، تابندہ، باغبانپورہ، لاہور • عبیرہ گل، سنگلا نوالہ، خانیوال • عائشہ رفعت، گھوڑے شاہ روڈ، لاہور
• راجہ شکیل احمد، نرسری، کراچی • شارق شمیم، لیاری، کراچی • عابس حسین، شمالی ناظم آباد، کراچی
• طیب نوید منہاس، پونچھ کالونی، لاہور • سیف اللہ صدیقی، کورنگی، کراچی

ایک غلط جواب ارسال کرنے والے ساتھی

• امیلیا ثمرینہ، لیک لائن، کوئٹہ کینٹ • ارشد کامران، آرڈیننس روڈ، کوئٹہ • فرحان شہزاد، سپلائی لائن، بنوں
• نعیم اللہ، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ • عطاءالرحمن، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ • سیف اللہ، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
• روحی بانو، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ • روبی عطاءالرحمن، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ • نائلہ عطا، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
• عباس علی، عزیز آباد، کراچی • سبط ذاکر، لوکو شیڈ، روہڑی • نوید گل، کرتار پورہ، راولپنڈی۔
• وقاص معین، النور، کراچی • محمد علی، اسٹیشن روڈ، ٹنڈو محمد خان • عبدالرحیم، شوکت کالونی، ٹنڈو محمد خان
• سلیم احمد، عرشی اسکوائر، کراچی • ظہیر توقیر، مشین محلہ، جہلم۔

بھائی جان صبح سویرے کاندھے پر بندوق لٹکا کر جب گھر سے نکلنے لگے تو چھوٹی بہن نے پوچھا "کہاں چل دیئے"۔

بھائی جان۔ ذرا آج شیر کا شکار کرنے کا ارادہ ہے۔

چھوٹی بہن نے یہ سن کر بہت سی دُعائیں دے کر رخصت کیا لیکن بھائی جان تھوڑی ہی دیر بعد واپس آ گئے تو بہن نے حیرانی سے پُوچھا۔ "آپ واپس کیوں آ گئے"

بھائی جان نے جواب دیا " وہ سامنے والوں کا کتا مجھے بُری طرح گھور رہا ہے"

(عتیق الرحمٰن، البدر اسکول، شیر شاہ، کراچی)

ایک پُل پر سرکاری نوٹس لگا ہوا تھا جس پر یہ الفاظ درج تھے،

" جن مویشیوں کے ساتھ اُن کے مالک نہ ہوں انہیں پل پر سے گزرنے کی اجازت نہیں ہے "۔

(غلام سرور، ——— ٹنڈوالہ یار)

نانی نے اپنی نواسی ایلیا سے پُوچھا، " بتاؤ سو میں سے گیارہ گھٹا دیں تو کیا بچے گا، ایلیا نے فوراً جواب دیا۔ " نانی اماں۔ میں بچوں گی، نانی نے پھر پُوچھا " وہ کیسے ؟ "

ایلیا، " ارے میں آپ کی نواسی جو ہوئی "۔

(مہ جبین فاطمہ، ——— ناظم آباد، کراچی)

مالک (نوکر سے) ذرا تجوری صاف کر دو!

نوکر۔ معاف کیجئے جناب، کیا آپ مجھے چور سمجھتے ہیں،

(عارف الرحمٰن، ——— میٹھا خیل)

حکیم (ایک دیہاتی سے) یہ دوا لے لو، دو چمچے صبح دو دوپہر دو چمچے شام کو پینی ہوگی۔

دیہاتی۔ حکیم صاحب کچھ کم کر دیجئے ہمارے گھر میں اتنے سارے چمچے نہیں ہیں،

(ظفر اقبال سومرو ——— ٹھارو شاہ)

لمبی چوڑی کار میں بیٹھی ہوئی خاتون نے ایک فقیر کو چوّنی دی اور کہنے لگی۔ "بابا میرے لئے دعا کرو"۔ فقیر نے چوّنی دیکھ کر کہا "کیا دعا کروں۔ کار میں تو بیٹھی ہو، اب کیا آسمان پر بیٹھو گی"،

(صائمہ یونس، ——— گرومندر کراچی)

ایک بڑھیا زمین پر گر پڑی، ایک نوجوان نے اسے سہارا دے کر اٹھایا، تو اُسے دعا دیتے ہوئے بولی "بیٹا تو نے مجھے اٹھایا، خدا تجھے اٹھائے"

(مرسلہ، حمیرا ناز، ——— دستگیر، کراچی)

ایک بچّی وکیل صاحب کے گھر گئی، اُن کے پاس بہت سی کتابیں دیکھ کر کہنے لگی، "انکل۔ کیا آپ بھی لائبریری کی کتابیں واپس نہیں کرتے"

(مرسلہ، فہیم الدین، ——— کورنگی، کراچی)

ایک مسافر (اسٹیشن ماسٹر سے) یہ گاڑیاں اتنی لیٹ آتی ہیں۔ پھر ٹائم ٹیبل لگانے کا فائدہ؟؟

اسٹیشن ماسٹر، بھائی اگر گاڑیاں وقت پر آنے لگیں۔ تو پھر آپ ویٹنگ روم کا فائدہ پوچھیں گے،

(مرسلہ، فرحان اعجاز، ——— سکھر)

دو بیوقوف ایک ہی گھر میں رہتے تھے، کسی بات پر لڑائی ہوگئی اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی، پولیس نے دونوں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک دُوسرے سے پھر لڑنے لگا، تو دوسرے نے کہا "یار یہاں تو مت لڑو، گھر سے نکلوا دیا، اب یہاں سے بھی نکلواؤ گے"،

(نجم السحر، ——— النور، کراچی)

باپ (بیٹے سے) حد ہوگئی، پہلے تو تمہاری لکھائی اتنی خراب نہ تھی،

بیٹا، ابو آپ ہی نے تو کہا تھا کہ اگر نامور ڈاکٹر بننا چاہتے ہو تو ڈاکٹر انکل کے نقش قدم پر چلو،

(مرسلہ، صائمہ ظفر صدیقی، ——— حیدرآباد)

اسٹیڈیم خالی پڑا تھا، میچ کا منتظم اس صورتحال سے سخت پریشان تھا۔ کیونکہ تماشائی نہ ہونے کا مطلب تھا کہ آمدنی بھی نہیں ہوگی، اتنے میں کرکٹ کے کسی شائق نے اسے فون کیا "محترم یہ بتایئے کہ اگر میں میچ شروع ہونے سے پانچ منٹ قبل آؤں تو کیا مجھے ٹکٹ مل جائے گا"، منتظم خوش ہوتے ہوئے بولا "بالکل ـ بالکل اگر آپ دس منٹ پہلے آجائیں تو ٹیم میں بھی شامل کر لئے جائیں گے"۔

(مرسلہ، ماریہ حفیظ، ——— ناتھ ناظم آباد کراچی)

ایک کنجوس آدمی نے اپنے بیٹے کو نظر کا چشمہ دیتے ہوئے ہدایت کی۔

"بیٹا۔ جب کسی چیز کی طرف نہ دیکھنا ہو تو چشمہ اتار دینا۔

(مرسلہ، عامر ایاز، ــــــ لطیف آباد، حیدر آباد)

ایک ہاتھی تالاب میں نہا رہا تھا، ایک چوہا بھاگتا ہوا آیا اور بولا،

ہاتھی بھائی جلدی سے باہر نکلو،

ہاتھی باہر آیا تو چوہے نے کہا واپس چلے جاؤ،

ہاتھی کو غصہ آیا۔ بولا، پہلے کیوں باہر نکلنے کو کہا تھا۔

چوہے نے جواب دیا "مجھے دیکھنا تھا کہ کہیں تم میری نیکر پہن کر تو نہیں نہا رہے،

(مرسلہ رضا حیدر، البدر اسکول ــــــ شیر شاہ، کراچی)

ننھی (اباجی سے) باجی۔ یہ بارش کیسے ہوتی ہے،

باجی: جب بادل زمین پر کوئی مزیدار چیز دیکھتے ہیں ناں۔ تو اُن کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔

(مرسلہ، وسیم اشرف، ــــــ میاں چنوں)

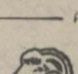

ایک پائلٹ نے کنٹرول ٹاور کو پیغام بھیجتے ہوئے بتایا "جہاز میں پٹرول بالکل ختم ہوگیا ہے، اور میں پچاس میل دور سمندر کے اوپر تین سو فٹ کی بلندی پر ہوں۔ ہدایات دیجیے؟"

سے جواب ملا "میرے ساتھ دُہرایئے۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"،

(مرسلہ، واثق معین صدیقی، ــــــ النور، کراچی)

ایک غائب دماغ پروفیسر نے اپنے شاگرد سے پوچھا، "تم تین دن سے کہاں تھے؟؟"

شاگرد بولا، جی، ـ میری نانی کا انتقال ہوگیا تھا۔

پروفیسر صاحب بے خیالی میں بولے۔ "خبردار جو آئندہ ایسا ہوا۔"

(مرسلہ، شائستہ معین، ــــــ النور، کراچی)

تین کنجوس ایک جگہ بیٹھے اپنے اپنے کارنامے سنا رہے تھے۔

پہلا بولا، میں گھی کے ڈبے میں انگلی ڈبو کر روٹی کھاتا ہوں،

دوسرا بولا، ارے میں تو گھی کے ڈبے پر ہی روٹی لگا کر کھاتا ہوں۔

تیسرا بولا، بھائی میں تو ڈبے کو الماری میں رکھ کر اسے روٹی دکھا دکھا کر کھاتا ہوں۔ ہاں

عتیق الرحمٰن، ــــــ البدر اسکول، کراچی

ایک دوست (دوسرے سے) دنیا میں سب سے زیادہ بولنے والا انسان کون ہے۔

دوسرا دوست: وہی اپنا کرکٹ کمنٹیٹر

منوبر حاجی رمضان ــــــ کراچی

رومی بھیس بدلتا ھے

عظیم سرور

تعاقب

قسط نمبر ۹

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ایک شخص نے ایک کار سے اتر کر تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھا۔ رومی کا سر چکرانے لگا۔ اسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے سجائے کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرُو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی تو پتہ چلا کہ موٹے گرُو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرُو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کر دو کیونکہ اس نے سرلوگوں

کودیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کھوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اسے بیہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اسے اپنے محلے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔

رومی گھر پہنچا تو اس کی امی نے خوشی سے گلے لپٹا لیا۔ محلّے کی عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ ابو رومی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے رومی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رومی نے پورا قصّہ بیان کیا پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کا نمبر ڈائرکٹری میں تلاش کر کے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں رومی کے گھر آئے۔ رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور رومی اور اس کے ابو کے ساتھ پولیس اسٹیشن اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔ کیس کی اہمیت کے پیش نظر انسپکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ رومی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ سیٹھ رفیق کو بھی اس درمیان اپنے دشمن کا اندازہ ہو گیا۔ تین چار ماہ قبل ایک موٹا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ ان سے اپنی اسمگلنگ کی گھڑیاں بیچنے آیا تھا۔ جسے آدھی قیمت پر بھی سیٹھ رفیق نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس گستاخی کا بدلہ لے گا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے بھی فائل دیکھ کر یہی بتایا کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے اور یہ محکمہ تو اس کی تلاش میں ہے۔ انسپکٹر صاحب اسی وقت ان سب کو ایک جیپ میں بٹھا کر اس بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک ٹرک پر پولیس ساتھ تھی۔ پولیس نے بنگلے کو گھیر لیا۔ انسپکٹر صاحب جب بنگلے کے اندر دا ل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنگلہ خالی ہے۔ اسمگلر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان لوگوں نے بنگلے کے مالک چوہدری برکت علی کا پتہ چلا کر اس سے اس کے کرایہ دار کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نئے کرایہ دار ہیں اور ان کے بارے میں اُسے کچھ پتہ نہیں۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اسمگلر تھے اور اب بھاگ چکے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پولیس نے کافی بھاگ دوڑ کی مگر موٹے گرو کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سیٹھ رفیق نے خوف سے اپنے بیٹے فرید کو گھر میں بند کر رکھا تھا۔ رومی بھی کافی احتیاط برتتا تھا۔ ایک دن رومی بازار میں جا رہا تھا کہ اسے موٹے گرو کا ایک آدمی نظر آگیا۔ رومی نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ وہ شخص ہوٹل کے ایک کیبن میں جا کر بیٹھا تھا۔ رومی پہلے تو باہر کھڑا دیکھتا رہا پھر وہ ساتھ رومی کیبن میں جا کر بیٹھا دوسری طرف کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا تھوڑی دیر میں ایک دوسرا آدمی اس شخص سے ملنے آیا، وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اکبر کو اطلاع دو کہ وہ کل صبح گیارہ بجے گاندھی گارڈن میں ایک آدمی سے ملے اور وہ جو حکم دے اس پر عمل کرے اس آدمی کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ کالا رومال بائیں جانب کی پتلون کی جیب سے بار بار نکال کر اپنے چہرے پر پھیرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ گرو کا یہ حکم اُسے ایک آدمی کے توسط سے ملا ہے۔ اور یہ کہ گرو خود کسی کے سامنے نہیں آتا۔ پہلا آدمی گرو کے ٹھاٹ باٹ پر بڑا رشک کر رہا تھا۔ دوسرے شخص نے اسے خرچ کے لئے روپے بھی نکال کر دیئے۔ اسی دوران رومی جلدی سے نکل کر باہر گیا تاکہ وہ اس کا چہرہ دیکھ سکے۔ پہلے تو وہی آدمی نکلا جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ دوسرا لمبا تڑنگا شخص تھا۔ جس نے رومی کو کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ دونوں باہر نکل کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر علیحدہ ہو گئے۔ رومی نے سوچا کہ تعاقب کرنا فضول ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دینی چاہئے۔

پولیس انسپکٹر نے کہا مشکل تو یہ ہے کہ اس گروہ کے کسی آدمی کو پوری بات معلوم نہیں ہم اگر ان کے کسی آدمی کو گرفتار بھی کریں تو وہ ہمیں کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ انسپکٹر نے کہا کہ مجھے مجرموں کے گرو کو پکڑنے کے لئے رومی کی مدد کی ضرورت ہے۔ رومی نے انسپکٹر سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہے۔ دوسرے دن صبح انسپکٹر نے رومی کو اس کا کام سمجھایا۔ رومی ایک پالش والے کے بھیس میں گاندھی گارڈن میں داخل ہوا۔ رومی پالش کروانے والوں کو کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہا۔ اُس کو کالے رومال والا شخص نظر نہیں آیا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ فوارے کے پاس ایک آدمی نے اپنی پتلون کی بائیں جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیر کر پسینہ پونچھنے لگا۔ رومی کے دل کی کلی کھل گئی

وہ بڑی ہوشیاری سے اس آدمی کی حرکتیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹھگنا سا آدمی اس کی طرف بڑھا۔ رومی کو پتہ چل گیا کہ چھوٹے قد والا یہ آدمی اکبر ہے۔ رومی نے اپنی صندوقچی اٹھائی اور برش کو لہراتا ہوا بوٹ پالش کی آواز لگانے لگا اور ان دونوں آدمیوں کے پاس پہنچ کر پالش کرنے کے لئے کہنے لگا۔ آخر کار چھوٹے قد والا آدمی پالش کروانے پر تیار ہو گیا۔ رومی دونوں آدمیوں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا کہ ان کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

مونچھوں والے آدمی نے چھوٹے قد والے کو بتایا کہ کل تم کو ریل کا سفر کرنا ہے تم حیدرآباد کا ٹکٹ خرید کر کراچی ایکسپریس میں سوار ہو جاؤ گے راستے میں جس اسٹیشن پر بھی تم کو نیلی پگڑی والا آدمی کالے رومال سے چہرہ صاف کرتا ملے گا۔ تم وہیں اُتر جانا۔ پھر اُس نے اشارہ بتایا۔ اس آدمی کے پاس ایک صندوق ہوگا تم گاڑی سے اُتر کر اس آدمی کے ساتھ ،ی پلیٹ فارم پر بیٹھ جانا پھر واپس کراچی آنے والی گاڑی میں اس کے ساتھ سوار ہو جانا اگلے اسٹیشن پر وہ اُتر جائے گا۔ اس کے بعد تم کو صندوق کراچی لانا ہوگا۔ پھر چھوٹے قد والے آدمی نے اُس سے پیسے مانگے اتنے میں رومی نے بھی اپنا کام ختم کر لیا تھا۔ چھوٹے قد والے آدمی

نے رومی سے دوبارہ جوتا پہنانے کو کہا رومی نے انکار کردیا اُس نے رومی کو پیسے دینے سے انکار کردیا۔ رومی نے کہا کہ ہم پیسے کا لالچی نہیں ہے" اور یہ کہہ کر پالش کی ڈبیہ اور بُرش سنبھال کر آگے بڑھ گیا

رومی جب گھر میں داخل ہوا تو اس کی امّی نے اُس کو بالکل ہی نہیں پہچانا۔ رومی نہا دھوکر دوبارہ پولیس اسٹیشن پہنچا انسپکٹر صاحب رومی کا انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے رومی کی تعریف کی رومی نے سارا قصّہ انسپکٹر صاحب کو سنایا۔ انسپکٹر صاحب نے رومی کو گھر بھیجا اور شام کو اس سے ملنے آئے انہوں نے بتایا کہ وہ چھوٹے قد والے اکبر کے گھر کا پتہ چلانے میں کامیاب ہوگئے ہیں لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ انسپکٹر صاحب نے رومی کے ابّا سے کہا کہ آپ رومی کو ایک بہت بڑی مہم پر جانے کی اجازت دیجئے .. رومی کے ابّا نے اجازت دیدی۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ رومی کراچی ایکسپریس میں سفر کرے گا جس اسٹیشن پر اکبر اترے اس پر یہ بھی اتر جائے گا۔ انسپکٹر صاحب نے رومی کو دوسرے دن صبح بلایا۔

رومی دوسرے دن انسپکٹر صاحب کے ساتھ پلیٹ فارم پر چلا جارہا تھا اس نے خاکی رنگ کی میلی سی نیکر اور سفید قمیض پہن رکھی تھی اس کا حلیہ ٹھنڈی بوتلیں بیچنے والوں جیسا تھا انسپکٹر صاحب نے رومی کو ٹھیکیدار کے حوالے کیا۔ رومی کی دوسرے سوڈا لیمن بیچنے والے لڑکوں سے ایک جھڑپ بھی ہوئی گاڑی چلنے والی تھی رومی آخری ڈبے میں گھس گیا۔ اور سوڈا لیمن بارف کی آواز لگائی رومی کے ساتھ سادہ لباس میں پولیس والے بھی تھے۔

آخری ڈبے میں چھوٹے قد والا اکبر نہیں تھا اسی طرح تلاش کرتے کرتے رومی کو ایک ڈبے میں اکبر مل گیا وہ اسی ڈبے میں بیٹھ گیا۔ رومی نے باہر جھانک کر دیکھا جنگ شاہی کے اسٹیشن پر ایک دیہاتی نیلی پگڑی پہنے ہوئے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا پاس ہی ایک کالے رنگ کا پُرانا سا صندوق تھا اس دیہاتی نے جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیرنے لگا رومی جلدی سے نیچے اُتر گیا اور اکبر سے پہلے دیہاتی کے پاس ایک بنچ پر جاکر بیٹھ گیا۔ اکبر دیہاتی کے قریب سے گذرا اور اس نے اپنے آپ سے بات کرنے کے انداز میں کہا گرذا پردا۔ دیہاتی نے کالا رومال اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا "مالم پُردا"۔ (اب آگے پڑھیئے)

چھوٹے قد والا آدمی رُک گیا۔ اور پھر دیہاتی کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم بھائی! کیا حال ہے"؟

"وعلیکم السّلام سائیں" تم سناؤ۔ ٹھیک ٹھاک ہے۔؟

"ہاں بھائی ٹھیک ٹھاک ہوں۔ تم سناؤ مزے میں ہو؟"

"بالکل سائیں۔ شکر ہے اللہ کا"

"آؤ بیٹھو سائیں" کہہ کر دیہاتی اس کالے صندوق کے اوپر بیٹھ گیا۔

چھوٹے قد والے آدمی نے کہا۔ "آؤ اِدھر بنچ پر بیٹھتے ہیں"

دیہاتی صندوق پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں بنچ کی طرف بڑھے چھوٹے قد والے آدمی نے رومی کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"چل بے اُٹھ اِدھر سے"

رومی فوراً ہی بنچ کے آخری کنارے پر جا بیٹھا۔

اکبر رومی کو ایک بار پھر گھورنے لگا۔ رومی اپنا منہ ٹیڑھا کر کے ایک فلمی گانا گانے لگا۔

اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔ اکبر نے اُس کے سر پر ایک دھپ مارتے ہوئے کہا۔ "چپ بے پاگل۔ کان کھا رہا ہے۔"

رومی چُپ ہوگیا۔ اکبر بولا

" تو گیا نہیں گاڑی کے ساتھ "۔
رومی نے ٹیڑھا سامُنہ بناکر کہا
" ہماری ڈیٹی یہاں تک کی تھی "۔
پھر اب کیا کروگے۔۔
" اب دوسری گاڑی آئے گی تو کراچی واپس جائیں گے "۔
" اچھا اچھا جاؤ کہیں اور بیٹھو "۔
رومی نے ویسے ہی منہ ٹیڑھا بناکر کہا۔
" یہ ٹھنڈی جگہ ہے"، درخت کے نیچے، ادھری بیٹھنے دو سیٹھ۔"
" خدا تمہارا بھلا کرے گا "۔
اکبر کو تو جانے رحم آتا یا نہیں۔ دیہاتی نے اُس سے کہا۔
" اچھّا اچھّا اِدھر ہی بیٹھو۔"
" لیکن نیچے بیٹھ جاؤ۔" رومی اُٹھ کر نیچے بیٹھ کر ٹیڑھا سامنہ بناکر فلمی گانے گانے لگا۔
دیہاتی بولا " سائیں یہ قلندر لوگ ہے "۔
اکبر نے پھر رومی کو آواز دی۔
" قلندر "! چل ہمیں ٹھنڈا پلا، دیکھ کون سی بوتل ٹھنڈی ہے؟
" رومی نے کہا سب ہی ٹھنڈی ہیں سیٹھ "
" اچھا تو دو بوتل کھول دے "۔
رومی نے دو بوتلیں کھولیں اور اُن کی طرف بڑھا دیں۔ دیہاتی نے پگڑی سے اپنا منہ صاف کیا۔ اور دونوں باتوں میں مصروف ہو گئے۔

ریل چلی گئی۔ اس افراتفری میں کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ ایک مسافر اتر کر بیٹھ گیا ہے۔ اسٹیشن پر موجود لوگوں میں سے کسی کو شبہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ وہاں اور بھی کئی مسافر کراچی جانے والی گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔

اکبر بہت اطمینان سے دیہاتی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ اور رومی قریب ہی پاگلوں کے سے انداز میں بیٹھا ہوا پوری توجہ سے اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔

اکبر کہہ رہا تھا بھائی یہ تو بتاؤ اِس صندوق میں کیا مال ہے "۔

دیہاتی نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ سائیں اللہ جانتا ہے۔ یہ ہم نے آج تک پتہ نہیں کیا۔

اس کا حکم نہیں ہے۔
"اچھا ؟" اکبر نے بڑی حیرت سے پوچھا۔
"تو یہ صندوق تم کو کسی اور نے دیا ہے ؟"
اور کیا سائیں دیہاتی نے کہا۔
"ہم کو صرف اتنا پتہ ہے یہ صندوق ایک ٹرک پر آیا ہے۔ ہمارے گوٹھ کے پاس جنگل میں یہ صندوق ہم کو مِل جاتا ہے۔ پھر ہم اس صندوق کو لے کر اسٹیشن آتا ہے، اور یہاں پر کسی کے حوالے کردیتا ہے۔
اور اس کی چابی کس کے پاس ہوتی ہے۔" اکبر نے پوچھا۔
"چابی کا پتہ نہیں۔"
"میرا خیال ہے وہاں پہنچ کر تالا توڑ لیتے ہوں گے"
"جو کچھ بھی کرتا ہو۔ ہم کو اس سے مطلب نہیں ہے۔" "ہم کو مطلب پیسے سے ہے۔"
"ارے ہاں ! اکبر اُچھل پڑا۔" یاد آیا بھائی تمہارے لئے پیسے بھی لایا ہوں۔"
پھر اکبر نے جیب سے نوٹ نکال کر چپکے سے دیہاتی کے ہاتھ میں تھما دیئے۔
تھوڑی دیر دونوں خاموش رہے۔ پھر دیہاتی بولا۔
"سُنا ہے پچھلے مہینے گرُو کے اڈّے پر پولیس آگیا تھا۔"
اکبر نے کہا۔ "ہاں ! لیکن گرُو کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ وہ پولیس سے سوگنا تیز ہے۔ پولیس کے آنے سے بہت پہلے وہ غائب ہو جاتا ہے۔"
"اچھا"
دیہاتی نے حیرت اور خوشی سے کہا۔
"لیکن سائیں ہوا کیا تھا ؟"
اکبر نے دیہاتی سے کہا۔
"ارے گرُو نے ایک سیٹھ سے "ٹکر" لینے کے لئے مکان کرائے پر لیا تھا۔ ورنہ وہ اپنے اصلی ٹھکانے سے کہاں باہر آتا ہے۔"
"اس کا اصلی ٹھکانہ کدھر ہے سائیں۔" دیہاتی کے لہجے میں اشتیاق تھا۔ "گرُو کے خاص خاص آدمی کے سوا یہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔"
"تم کو بھی معلوم نہیں۔" دیہاتی نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں"
"اچھا۔ تو گرُو نے اُس سیٹھ کو ٹھیک کردیا"
"نہیں۔ گرُو کے آدمی غلطی سے سیٹھ کے لڑکے کی جگہ ایک دوسرے لڑکے کو اٹھا لائے۔ وہ لڑکا بہت چالاک تھا بچ کر بھاگ گیا۔ پھر اُس نے پولیس کو بتا دیا۔"
"اِدھر اُس کے بھاگتے ہی گرو کو پتہ چل گیا وہ ایک دم غائب ہوگیا۔"
"اس کے آدمی کام کرنے میں بہت تیز ہیں" سارے گھر کو منٹوں میں خالی کردیا۔ اور روانہ ہوگئے۔"
دیہاتی کچھ دیر حیرت سے چھوٹے قد والے آدمی کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا — !
"سائیں ایک بات بتاؤ! تم نے گرُو کو دیکھا ہے"
"ہاں بھائی دیکھا ہے"
"کیسا ہے"
"کیا تم نے نہیں دیکھا"
"نہیں"
"بہت اچھا ہے۔ موٹا سا ہے، چہرے پر بڑا رعب ہے"
"اچھا۔ واہ جیو گرو۔ جیو"۔ دیہاتی ہنسنے لگا۔
اکبر نے اُس سے کہا۔" لاؤ سگریٹ پلاؤ"
دیہاتی نے کہا" سائیں میں تو بیڑی پیتا ہوں"
اکبر کہنے لگا" لا یہی پلا یار"
بیڑی کے کش لگانے کے بعد اکبر نے کہا۔
"بھائی میرے لئے کراچی تک کا ٹکٹ تو لادو"
"ٹکس ہمارے پاس ہے۔ تم میرا ٹکس رکھ لینا"
"پھر تم کیا کرو گے"
"ارے سائیں ہم کو تو اگلے اسٹیشن پر اُترنا ہے۔ ایسے ہی باہر نکل جاؤں گا"
"بہت اچھا۔ لاؤ پھر دے دو"
دیہاتی نے جیب سے ٹکٹ نکال کر اکبر کو دے دیا۔
پندرہ بیس منٹ کے بعد دوسری طرف سے ایک گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔

دیہاتی نے کہا۔

"چلو سائیں تیار ہو جاؤ"۔

رومی بھی چوکنا ہو گیا۔ اُس نے اکبر سے کہا۔

"سیٹھ ہمارے پیسے تو دے دو"۔

اکبر نے جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر اُس کی طرف پھینک دیا۔

رومی نے پانچ روپے جیب میں رکھ لئے۔ اور اپنا کریٹ سنبھال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

ریل آہستہ آہستہ اسٹیشن میں داخل ہوئی۔ اور پلیٹ فارم پر رُک گئی۔ دیہاتی اور اکبر دونوں نے مل کر صندوق اٹھایا اور ایک ڈبے کی طرف چل دیئے۔ رومی بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

ایک ڈبے میں صندوق رکھ کر اکبر اور دیہاتی دونوں چڑھ گئے۔

رومی کو اِس ڈبے میں جگہ ملتی نظر نہ آئی وہ لپک کر دوسرے ڈبے میں چڑھ گیا۔ اور پھر ریل چل پڑی۔ اگلے اسٹیشن پر جب گاڑی رُکی تو رومی نے پلیٹ فارم پر اُتر کر "سوڈا لیمن ہارف" کی آوازیں لگائیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا کہ دیہاتی چپکے سے لائن کے دوسری طرف گاڑی سے اُتر کر بڑے مزے میں چلا جارہا ہے۔

اب گاڑی چلنے لگی تو رومی اس ڈبے میں چڑھ گیا۔ جس میں چھوٹے قد والا آدمی صندوق کے ساتھ سوار تھا۔ اس ڈبے میں اُس نے آکر دیکھا پولیس کے سپاہی پہلے سے موجود تھے۔

رومی کو اب اطمینان ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا۔ تمام کام پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ بس اُسے ذرا سا افسوس تھا تو اِس بات کا کہ اُسے دیہاتی اور اکبر کی باتوں سے موٹے گرُو کے کے بارے میں کچھ زیادہ باتیں معلوم نہ ہو سکیں۔ لیکن اُسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ جنگ شاہی کے پاس والے گاؤں میں رہنے والے آدمی کے پاس ٹرک میں سامان آتا ہے، اور پھر اُس نے اُس دیہاتی کو اچھی طرح پہچان بھی لیا تھا۔

موٹے گرُو کی ٹولی کیسی پُراسرار تھی۔ رومی کو ہر قدم پر اِس کا احساس ہو رہا تھا۔

لیکن ایک غیبی طاقت اُس سے یہ بھی کہہ رہی تھی کہ موٹا گرُو اب پھنسنے والا ہے۔ اُس کا وقت قریب آرہا ہے۔ پھندا دن بدن تنگ ہوتا جارہا ہے۔

ایک اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو رومی نے سوچا۔ یہ صندوق تو اب یہاں سے ہٹنے کا نہیں۔ کراچی کے اسٹیشن پر ہی اسے لے کر اکبر اُترے گا۔ کیوں نہ اتنی دیر میں پانی کے ڈبے میں چل کر بیٹھا جائے۔ کیونکہ اور ڈبوں میں اُسے بیٹھنے کی جگہ نہیں ملی تھی۔ اور ڈبے کا فرش بہت گندا تھا۔ ٹھنڈے پانی کے ڈبے میں وہ

داخل ہوا تو اندر سے ایک لڑکے نے کہا۔

کون ہے بے تو ؟۔" بھائی میں بھی تمہارے سیٹھ کا نوکر ہوں "۔

" کہاں سے چلے تھے" ؟۔" کراچی سے"

" کیا مطلب " لڑکے نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

" بھائی میں چڑھا تو کراچی سے تھا۔ لیکن جنگ شاہی کے اڈے سے واپس ہوگیا"۔

" کیا اماں یاد آئی تھی" لڑکے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

" نہیں بھائی ذرا طبیعت خراب ہوگئی تھی" رومی نے مُنہ بناتے ہوئے کہا۔

" اچھا تو آجا بیٹھ جا "۔

رومی بیٹھ گیا تو اُس نے کریٹ پر نظر دوڑائی۔

" کتنا مال بچا "۔

" چار بوتل "

" لیکن یہاں تو پانچ خالی ہیں"۔ لڑکے نے کریٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

" ایک میں نے پی لی تھی "۔

" واہ بے واہ۔ ہوگئی دوکانداری۔ ہوگئی مزدوری اب چار بوتل کی کمیشن تو تو خود پی گیا۔ گھر کیا مٹی لے جائے گا"۔

رومی نے کہا" میری طبیعت جو خراب ہوگئی تھی "۔

" اَبے تو پانی پی لیتا ڈبے سے برف کا" لڑکے نے کہا "۔

" ڈبے والے لڑکے سے میری لڑائی ہوگئی تھی" رومی نے کہا۔

" اچھا اس لئے تو واپس آگیا۔ چل کراچی۔ سیٹھ سے وہ مار لگواؤں گا کر تو بندہ بن جائے گا"۔

اگلے اسٹیشن پر ایک لڑکا اور آگیا وہ اس گاڑی کے ساتھ ٹھنڈا پانی لے کر چل رہا تھا۔ پہلے لڑکے نے اُسے رومی کے بوتل پی جانے کا واقعہ نمک مرچ لگا کر سُنایا۔ جس پر دونوں ہنسنے لگے۔ ذرا ذرا سی دیر بعد وہ رومی پر کوئی نقرہ چسُت کرتے اور کہتے۔

" آنے دے بیٹا کراچی آنے دے "۔

اور رومی بھی دل میں کہہ رہا تھا " دیکھ لیں گے کراچی میں کیا ہوتا ہے"۔ ؟

پھر کیا ہوا۔ آئندہ ماہ پڑھیے

بچّوں کا سیکشن

ننھے ہاتھ نئی تحریریں

حضورؐ کی باتیں

مرسلہ: محمد نوید مرزا تیزاب احاطہ لاہور

ایک دفعہ سفر میں کھانا تیار نہ ہو سکا۔ تمام صحابہؓ نے مل کر کھانا پکانے کا فیصلہ کیا، حضور پاکؐ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمّہ لیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ کام بھی ہم خود کر لیں گے آپ آرام کریں۔ یہ بات سُن کر حضور اکرمؐ نے فرمایا میں اپنے آپ کو کم لوگوں کے برابر سمجھتا ہوں۔ خدا اس انسان کو پسند نہیں کرتا جو اپنے دوستوں اور عزیزوں میں ممتاز بنتا ہے۔

اچھی باتیں

مرسلہ: عزیز اختر اعوان کنڑی پاک سندھ

اگر ہم ہنسیں گے تو دنیا بھی ہمارے ساتھ ہنسے گی لیکن اگر ہم روئیں گے تو کوئی بھی ہمارا ساتھ نہ دے گا کیونکہ زمانے کا یہی دستور ہے، ہمارا دوسروں کے ساتھ خوش دلی سے مسکراتے ہوئے باتیں کرنا ہر ایک دل میں گرمجوشی اور شادمانی کی لہر دوڑا دیتا ہے جو بھی مسکرا کر خندہ پیشانی سے بات کرتا ہے وہ خود بھی خوش رہتا ہے اور جس سے مسکرا کر بات کرتا ہے وہ بھی مسرور ہوتا ہے۔

۲۔ جب بھی کسی آدمی کو بلائیں اس کا پورا نام لے کر بلائیں اس کو اپنا نام سن کر بے حد مسرت ہوتی ہے دوسروں کو اپنا نام سن کر بے حد مسرت ہوتی ہے دوسروں کو ہمیشہ اچھے ناموں سے بلانے کی عادت ڈالیں اس سے وہ لوگ خوش ہوں گے اور آپ کی بھی عزت کریں گے۔

۳۔ ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔ جب بھی کسی سے ملیں تو اس سے ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آئیں دوسروں کو اپنی گفتار اور اپنے کردار سے خوش رکھیں کیونکہ یہ اخلاق اور خلوص کی نشانی ہے اگر اس

پر تھوڑا سا بھی عمل کریں گے تو ہر ایک شخص کی خوشنودی حاصل کر سکیں گے۔

۴: دوسروں پر تنقید کرنے سے ہمیشہ پرہیز کریں تعریفی جملے دوستی کو مضبوط بناتے ہیں اور تنقید دشمنی پیدا کرتی ہے۔ تنقید خواہ کتنی ہی تعمیری کیوں نہ ہو تب بھی وہ اکثر لوگوں کو دشمن بنا دیتی ہے مگر اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی کی تعریف میں جو کچھ بھی کہو پوری سچائی سے کہیں خوشامد اور چاپلوسی کی باتوں سے ہمیشہ بچیں۔

۵: حسن و اخلاق وہ ہتھیار ہے جس کی مدد سے ہم دوسروں کا دل جیت سکتے ہیں دوسرے کے دل میں اعلیٰ مقام پیدا کر سکتے ہیں خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بہت پیار ہے جو لوگ خدا کے بندوں سے پیار کرتے ہیں ان پر مہربان ہوتا ہے ہم سب کو چاہیئے ہم سب غریب امیر کے ساتھ محبت، پیار، اخلاق اور خلوص کے ساتھ پیش آئیں۔

تیراک بھینسیں

مرسلہ: پرنس محمد وسیم اشرف میاں چنوں۔

ایک دیہات میں تین دوست رہتے تھے تینوں بہت غریب تھے ایک دن تینوں دوستوں نے سوچا کیوں نہ اس تنگ دستی کا کوئی علاج کریں اور کام شروع کریں جس سے کھانے پینے کا کچھ بندوبست ہو۔ تینوں نے فیصلہ کیا کہ بھینسیں خریدیں اور ان کا دودھ بیچ کر گذارا کیا کریں۔

ایک دن تینوں دوست منڈی گئے دونوں دوستوں نے تو بھینسیں خریدیں جبکہ تیسرے نے گائے خریدی تینوں دوست واپس آگئے اور دودھ بیچ کر گذارہ کرنے لگے۔

تیسرے دوست نے اب ان دونوں کو طعنے دینے شروع کر دیے کہ تمہاری بھینسیں کالی ہیں اور میری گائے سفید ہے۔

دوسرے دونوں دوست صبر کرتے اور اس کی بات پر کان نہ دھرتے۔

وہ اسی طرح ہر روز طعنے دیتا۔

ایک دن دریا کا بند ٹوٹ گیا اور سخت سیلاب آگیا اور سارا گاؤں بہہ گیا۔ لوگ تیر تیر کر دوسرے گاؤں جانے لگے

دونوں دوستوں نے بھی اپنی بھینسوں پر سواری لی اور تیر کر دوسرے گاؤں جا پہنچے۔

اب تیسرے دوست کی سنیئے اس کی گائے تیرنا نہیں جانتی تھی۔

جونہی وہ پانی میں اُترا اس کی گائے پانی میں ڈوب گئی۔

اس طرح اُسے اپنے غرور کی سزا مل گئی۔

حیرت انگیز

محمد ادریس، کراچی

چین کی ایک لوک کہانی

کسی زمانے میں ایک کسان رہا کرتا تھا

وہ بہت محنتی اور جفاکش تھا۔ گرمیوں میں وہ دن بھر کام کرتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود سال بھر میں ذرا سی بھی رقم نہیں بچا سکتا تھا۔ آخر تنگ آکر اُس نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور ایک دوسرے گاؤں میں جاکر رہنے لگا۔

جب سردی کا موسم شروع ہوا تو اُس نے بہت ساری لکڑیاں جمع کرلیں اور اپنے گھر ہی میں خربوزے اگائے، وہ لکڑیوں کی آگ سے گھر کو گرم رکھتا اور درجۂ حرارت گرنے نہ دیتا تاکہ خربوزوں کو پالا نہ لگ سکے۔

جب خربوزے پک گئے تو اُس نے سب سے پہلا تازہ خربوزہ توڑا اور اسے لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بادشاہ بہت حیران ہوا، اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سردیوں میں خربوزے کیسے اُگ سکتے ہیں! اُس نے کسان سے پوچھا ..... "کیا خربوزے اتنی شدید سردی میں اُگ سکتے ہیں ؟"

"جی ہاں!" کسان نے جواب دیا۔

"حیرت انگیز!" بادشاہ بولا، پھر اُس نے پوچھا "کیا تم نے خود مجھے یہ تحفہ دینے کا فیصلہ کیا تھا ؟"

"جی ہاں!" کسان نے ادب سے جواب دیا۔

"حیرت انگیز!" بادشاہ بولا۔

کسان نے محنت اور جانفشانی سے خربوزہ اگایا تھا۔ لیکن بادشاہ نے اُس کی کوئی قدر نہیں کی اور انعام تک نہیں دیا۔

دل شکستہ کسان محل سے باہر نکلا تو اُسے سخت بھوک لگ رہی تھی، سامنے ایک بھٹیار خانہ تھا۔ جہاں سے آواز آرہی تھی، "آؤ آؤ، اُبلا ہوا چاول اور بُھنا ہوا گوشت کھاؤ .... آؤ، آؤ!" چند لمحے سوچنے کے بعد وہ بھٹیار خانے میں داخل ہوگیا۔

پیٹ بھر کھانا کھانے کے بعد اُس نے بھٹیارے کو بلایا اور اُس سے پوچھا:

"کیا کھانا تم نے سامنے والے چولہے پر بنایا تھا؟"

"جی ہاں!" بھٹیارے نے جواب دیا۔

"حیرت انگیز!" کسان بولا، پھر اُس نے پوچھا "کیا تم نے اِسے خود بنایا تھا؟"

"جی ہاں!" بھٹیارے نے بیزاری سے منہ بنایا،

"حیرت انگیز .... حیرت انگیز!" کسان نے اتنا کہا اور بھٹیار خانے سے نکل گیا،

بھٹیارے کو بہت غصہ آیا وہ .... کسان کے پیچھے دوڑا اور جاکر اُس کا کالر پکڑ لیا "میرے پیسے نکالو" وہ اسے گھورتا ہوا بولا "ہمارے پاس فالتو کھانا نہیں ہے، جو تمہارے فضول "حیرت انگیزوں" کے بدلے لٹاتے پھریں"

کسان نے پیسے دینے سے انکار کیا تو دونوں میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ بھٹیارا اُسے گھسیٹتا ہوا محل میں لے گیا اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر اُس کی شکایت کی۔

بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اُس نے کسان سے کہا "تم نے جو کچھ کھایا ہے اُس کی قیمت کیوں نہیں

ادا کرتے ؟"

"جناب عالی!" کسان نے بڑے ادب سے جواب دیا "میں نے سردی میں اُگایا ہوا خربوزہ آپ کو پیش کیا تو آپ نے اُسے رکھ لیا، اور اُس کے بدلے مجھے "تین حیرت انگیز" دیئے۔ چنانچہ جب میں نے بھٹیار خانے میں کھانا کھایا تو بھٹیارے کو آپ کے دیئے ہوئے تینوں حیرت انگیز" دے دیئے اب آپ خود ہی فیصلہ کریں، کیا میں آپ کے دیئے ہوئے تین "حیرت انگیزوں" کے بدلے ذرا سا کھانا بھی نہ کھا سکتا تھا۔

بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور اُس کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے نماز

مرسلہ: جنید اختر کراچی

ایک ریاکار شخص جو دنیا کو دکھانے کے لئے نیکیاں کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ کا مہمان ہوا تو اُس نے بادشاہ پر اپنی بزرگی کا رعب ڈالنے کے لئے بہت کم کھانا کھایا مگر نماز میں کافی وقت لگایا۔ جب یہ شخص بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا تو آتے ہی کھانا طلب کیا تو بیٹے نے حیرانگی سے کہا "کیا آپ نے بادشاہ کے ساتھ کھانا نہیں کھایا؟" اُس نے کہا وہاں میں نے اپنی پارسائی ظاہر کرنے کے لئے بہت کم کھایا تھا۔" یہ سن کر بیٹے نے کہا "پھر تو آپ نماز بھی دوبارہ پڑھ لیں کیونکہ وہ بھی آپ نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے پڑھی ہوگی"۔

چوہے کا چوہا

عنبر چغتائی

چوہے نے بلّی کے ڈر سے
جا کے کہا جادوگر سے

بلّی کا ڈر نکلے دل سے
ورنہ کیسے نکلوں بل سے

جادوگر کو رحم جو آیا
جادو کر کے بلّی بنایا

پھر وہ بولا بلّی بن کر
مجھ کو ہے کُتوں کا ڈر

کُتا بن کر بولا چوہا
کھا جائے گا مجھ کو چیتا

پھر وہ بولا چیتا بن کر
اب تو ہے ڈر اس سے بڑھ کر

مجھ کو اپنی جان ہے پیاری
کب چھوڑے گا مجھ کو شکاری

جادوگر کو غصہ آیا
چوہا اس کو پھر سے بنایا

بولا کب اِس قابل تو ہے
چوہا رہ تو بزدل چوہے

انڈے میں تحریر

مرسلہ: ارشاد محمد شیخ، لطیف آباد، حیدرآباد

سامان: پھٹکری، ایک اونس، سرکہ، نصف پوائنٹ

ترکیب: پھٹکری اور سرکہ کو گھول کر مرکب تیار کر لیں۔ اب حسب منشاء کوئی تحریر لکھنے کے بعد تھوڑی دیر اُسے سُوکھنے دیں جب تحریر خشک ہوجائے تو انڈا ابال لیں۔ انڈا ابال کر احتیاط سے اس کا چھلکا اتاریں وہی تحریر انڈے کے اندر لکھی ہوگی۔

یہ ایک آسان سی ترکیب ہے۔ لیکن جو اسے نہ جانتا ہو اس کے لئے بڑی تعجب انگیز چیز ہے۔

نمک کا پیار

مرسلہ: سید نعیم الحق نارتھ کراچی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ تھا اُس کی چار بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑی بیٹی کا نام سلمٰی تھا۔ دوسری کا نام اسماء تھا۔ تیسری کا نام رخشندہ تھا اور چوتھی کا نام شائستہ تھا۔

ایک دِن بادشاہ نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ تمہارا پیار کیسا ہے۔ پہلی بیٹی نے کہا! جیسے تازہ شہد ہوتا ہے اس طرح کا میرا پیار ہے۔ دوسری نے کہا! جیسے تازہ پھلوں کا میٹھا رس ہوتا ہے اُس طرح کا میرا پیار ہے تیسری نے کہا! میرا پیار گنے کے رس کی طرح ہے۔ سب سے چھوٹی نے کہا! میرا نمک جیسا پیار ہے۔ بادشاہ نے کہا نمک کا پیار بادشاہ نے تینوں کو بہت سا انعام دیا لیکن چھوٹی والی کو نہیں دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اِسے قید خانے میں ڈال دو بادشاہ نے تین دفعہ پوچھا نمک کا پیار ہے" شہزادی نے جواب دیا" جی ہاں! بادشاہ نے جلادوں کو حکم دیا کہ اِسے کسی دوسرے ملک چھوڑ آؤ۔ جلاد شہزادی کو اٹھا کر سرحد پر لے گئے اور کہا کہ اس ملک میں کبھی بھی قدم نہیں رکھنا۔ جلاد چلے گئے۔ شہزادی چلتی رہی تو اس نے ایک جھونپڑی دیکھی اُس وقت بزرگ نماز پڑھ رہے تھے جب نماز پڑھ لی تو اُس نے سلام کیا اور تفصیل بتائی کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ بزرگ نے شہزادی شائستہ کو اپنی بیٹی بنا لیا۔ ایک دِن بادشاہ شکار کرتے کرتے اِس جھونپڑی کی طرف آنکلا جہاں شہزادی شائستہ رہتی تھی اس وقت بزرگ شائستہ کے لئے کھانا لینے گئے تھے بادشاہ کو راستے میں دست لگ گئے۔ حکیم نے بادشاہ کو دیکھا اور دوائی دی لیکن دست کم نہ ہوئے پہلی، دوسری اور تیسری نے میٹھا رس دیا لیکن بادشاہ کے دست اور بڑھ گئے۔ حکیم نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ! بادشاہ سلامت کو نمک کا پانی چاہیئے۔ سپاہی نے دیکھا کہ یہاں ایک جھونپڑی ہے تو وہ وہاں گئے اور کہا! "بی بی ہمارے بادشاہ سلامت کو نمک کا پانی چاہیئے اگر آپ کے پاس ہو تو ہمیں تھوڑا سا دے دیجئے۔ شہزادی نے کہا "میں خود چلوں گی۔ کیوں کہ میرے پاس بہت کم نمک ہے" سپاہیوں نے کہا! ٹھیک ہے" وہ گئی نمک کا پانی جیسے ہی دیا۔ بادشاہ ٹھیک ہو گیا بادشاہ نے کہا! "لڑکی" تو کون ہے؟ اور کیا چاہتی ہے شہزادی نے کہا بادشاہ سلامت! میں آپ کی بیٹی شائستہ ہوں۔ بادشاہ نے اُسے گلے سے لگا لیا اور کہا! چلو اب محل

چلتے ہیں اب میں کبھی بھی نمک کو برا نہیں کہوں گا

زندگی زندہ دِلی

غازی عبداللہ الجوہر بلوچ گوادر

زندگی کے ہر منفی جذبہ کا علاج زندہ دِلی ہے۔ افسردگی ہو یا مایوسی، کمتری ہو یا محرومی، تنہائی ہو یا ناکامی ان تمام احساسات کے بادل زندہ دِلی کی روشنی سے چھٹ جاتے ہیں۔ زندگی ہمیں آنسو بہانے کے لئے عطا نہیں ہوئی۔ زندگی کا شکوہ کفران نعمت ہے۔

زندگی حوادث سے الجھ کر مسکرانے کا نام ہے دشواریوں پر اشک بہانے کا نہیں۔ اس زندگی کی قدر کیجیے قدرت نے آپ کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں اس کا شکر ادا کیجیے۔ جو وسائل اور جو قوت و توانائی دی ہے۔ اس کو زندگی کی خوش کن بنیادوں پر تعمیر کرنے کے لئے استعمال کیجیے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ زندگی زندہ دِلی کا نام ہے۔

علم اچھی چیز ہے

مُرسلہ

صائمہ ولی، کورنگی کراچی

کسی بادشاہ نے ایک تیل بیچنے والے سے دریافت کیا کہ "ایک من تلوں سے کتنا تیل نکلتا ہے؟ تیلی نے کہا "دس سیر" پھر پوچھا "دس سیر تلوں میں سے تیلی نے کہا "ڈھائی پاؤ"۔ آخر میں بادشاہ نے پوچھا "ایک تل میں سے کتنا تیل نکلے گا؟" تیلی نے بتایا" اتنا جس سے ناخن کا سر تر ہو"۔ کاروبار میں تیل کی اس ہوشیاری سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور پھر کہا کہ "علم دین سے بھی تمہیں واقفیت ہے؟" تیلی نے جواب دیا نہیں"۔

بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا "دنیاوی کاروبار میں اس قدر ہوشیار اور دین سے بالکل بے خبر اس کو قید خانے میں ڈال دو"۔ جب سپاہی تیلی کو قید خانے لے جانے لگے تو تیلی کے لڑکے نے بادشاہ سے کہا "مہربانی کر کے مجھے میرے باپ کے جرم سے آگاہ کیا جائے"۔ بادشاہ نے کہا "تیرا باپ اپنے کاروبار میں تو اس قدر ہوشیار ہے لیکن علم دین سے بالکل بے بہرہ ہے اس لئے اس غفلت کی سزا میں اس کو قید خانے بھیجا جا رہا ہے"

تیلی کے لڑکے نے دست بستہ عرض کیا "حضور یہ قصور میرے باپ کے باپ کا ہے جس نے اس کو تعلیم سے بے بہرہ رکھا میرا باپ مجھے تعلیم دِلا رہا ہے۔ لہٰذا اسے بے قصور مانا جائے گا۔ اب حضور کا اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں فیصلہ کریں"۔

بادشاہ لڑکے کے اس جواب سے بہت خوش ہوا اور کہا "تمہاری تھوڑی سی تعلیم نے اپنے باپ کو نہ صرف قید سے آزاد کرا لیا بلکہ تم کو بھی انعام کا مستحق ٹھہرایا"۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ علم خود بھی حاصل کریں کیوں کہ علم اچھی چیز ہے۔

شہزادی سورج مکھی

مرسلہ: فاطمہ مسعود راولپنڈی۔

ایک ملک کی شہزادی بہت خوبصورت تھی جب بھی والدین اس کی شادی کے بارے میں پوچھتے وہ بولتی "میں سورج سے شادی کروں گی"۔ آخر ایک دن خود ہی سورج کی تلاش میں نکل پڑی طویل سفر طے کرنے کے بعد وہ سورج کے محل پر پہنچ گئی۔ وہاں اسے ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ اس نے پوچھا تم کس کو ڈھونڈ رہی ہو؟ شہزادی نے کہا "سورج کو" اس بوڑھی عورت نے کہا "بیٹی میں اس کی ماں ہوں میں تمہاری شادی اس سے ضرور کردوں گی مگر شرط یہ ہے کہ تم اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھنا" لڑکی نے وعدہ کرلیا اور پھر اس کی شادی سورج سے ہوگئی مگر اس کو بےچینی تھی کہ اس کے شوہر کی آنکھیں کیسی ہیں؟

بوڑھی عورت بھی یہ بات سمجھ گئی تھی اس نے شہزادی کو کہا اگر تم اسے دیکھنا چاہتی ہو تو پانی بھرے گلاس کے عکس میں اسے دیکھو۔ لیکن زیادہ دیر تک نہ دیکھنا مگر شہزادی یہ بھول گئی اور دیر تک دیکھتی رہی۔ سورج کو اس بات پر غصہ آیا۔ اور اسے سورج مکھی کا پھول بنا دیا۔ اب یہ پھول ہمیشہ سورج کی طرف منہ رکھتا ہے اس لئے اسے سورج مکھی کہتے ہیں۔

ایک عالم کا فیصلہ

مرسلہ: محسن نذیر اسلام آباد

چار ملکوں کے چار آدمی ایک جگہ جمع تھے۔ کسی نے ان چاروں کو ایک درھم چاندی کا سکّہ دے دیا۔ ان میں ایک ایرانی تھا ایک ترک ایک رومی اور ایک عرب وہ چاروں اس کے خرچ میں جھگڑنے لگے۔ ایرانی نے کہا یہ جھگڑا کسی طرح طے ہونا چاہیئے، آؤ اس درہم کے انگور خریدلیں۔ عرب نے کہا خدا کی قسم میں ہرگز انگور نہ لوں گا۔ میں تو عنب (انگور) لوں گا۔ جو کہ ترک تھا۔ اس نے کہا مجھے عنب نہیں چاہیئے میں اوزم (انگور) لوں گا۔ رومی (اطالوی) نے تینوں سے مخاطب ہو کر کہا کے ان باتوں کو چھوڑو ہم تو استافیل (انگور) کھائیں گے چونکہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے۔ اس لئے آپس میں لڑنے لگے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کے کسی کا سر پھٹ گیا کسی کا ہاتھ زخمی ہوگیا۔ کسی نے دوسرے کا پاؤں زخمی کردیا۔ اور کسی کے جسم کا کپڑا تار تار ہوگیا۔ یہ لوگ آپس میں بری طرح جھگڑ رہے تھے کہ اسی راستے ایک عقلمند اور بڑا عالم جوان چاروں زبانوں سے واقف تھا گذرا جب اس نے دیکھا کہ چار آدمی ایک دوسرے سے دست وگریباں ہیں خطرہ ہے کہ کسی کی جان نہ چلی جائے، وہ اس منظر کو دیکھنے اور معاملے کی تحقیق کرنے کی غرض سے رُک گیا اور ان سب سے دریافت کیا کہ تم لوگ آپس میں کیوں جھگڑ رہے ہو۔ ان میں

سے ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں پوری بات عالم کے سامنے پیش کی عالم ان کی باتوں کو سُن کر دِل ہی دِل میں ہنسنے لگا۔ اور ان سے کہا کہ وہ چاندی کا سِکہ مجھے دے دو میں تم لوگوں کی مطلوبہ چیز دے دیتا ہوں عالم کی بات سن کر چاروں کے دِل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ عالم نے اس ایک درہم کے انگور خرید کر ان کے سامنے رکھ دیئے سب نے مل کر خوشی خوشی کھائے اور عالم کا شکریہ ادا کیا۔

علم حاصل کرنے اور مختلف زبانیں سیکھنے سے کتنا بڑا فائدہ ہوا۔ اگر یہ عالم ان کے سامنے نہ آتا تو بے چارے ان چاروں کی جان جاتی اور خود اپنے ہاتھوں تباہ ہوتے۔ یہ چاروں انگور لینا چاہتے تھے۔ مگر اپنی اپنی زبان میں کہہ رہے تھے۔ جس کو خود ہی سمجھتے تھے۔

بزرگ کی توبہ

مرسلہ:۔ محمد وسیم مغل، میرپور خاص

ایک بزرگ سفر کرتے ہوئے شہر کے دروازے پر پہنچے، دیکھا کہ شہر پناہ کا دروازہ بند ہے۔

" لوگوں سے پوچھا: "شہر کا دروازہ دن کے وقت کیوں بند ہے ؟ کیا دشمن کا خطرہ ہے ؟"

لوگوں نے کہا "نہیں، بلکہ بادشاہ کا ایک باز اُڑ گیا ہے اس لئے اس نے دروازہ بند کر دیا ہے کہ کہیں دروازے سے باز اڑ نہ جائے"

یہ سن کر بزرگ بہت ہنسے اور سمجھ گئے کہ بادشاہ نرا احمق ہے۔

اس کے بعد انہوں نے بطور ناز اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔

" یا اللہ تیری شان بھی عجب بے نیازی کی شان ہے کہ اس قدر احمق شخص کو بادشاہ بنا دیا اور ہم ایسے عاقل و عارف ہیں کہ ٹوٹی جوتی اور پھٹا ہوا لباس پہنے پھرتے ہیں۔"

اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اس بادشاہ کی حماقت وجہالت اور بادشاہی تمہیں عطا کر دی جائے اور تمہاری عقل و معرفت مع فقر و تنگدستی کے اس کے حوالے کر دی جائے۔؟

وہ بزرگ فوراً کانپ اُٹھے اور سربسجود ہو کر " اس آبِ حیات (معرفت) سے سیر ہو جانا مصلحت توبہ کی۔ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ میری یہ پیاس ہر دم بڑھتا ہی رہے "

بُوجھیے تو

شاھد محمود آصف جھنگ سٹی پنجاب

میرے نام کا پہلا حرف آم میں ہے بادام میں نہیں۔
میرے نام کا دوسرا حرف نگاہ میں ہے جہاں میں نہیں۔
میرے نام کا تیسرا حرف کتاب میں ہے قلمدان میں نہیں۔
میرے نام کا چوتھا حرف ہُد میں ہے سُد میں نہیں۔
میرے نام کا پانچوں حرف مور میں ہے چور میں نہیں۔
میرے نام کا چھٹا حرف چال میں ہے بال میں نہیں۔
میرے نام کا ساتواں حرف ورق میں ہے عرق میں نہیں۔
میرے نام کا آٹھوں حرف لاہور میں ہے کراچی میں نہیں۔
میرے نام کا نواں حرف یہاں میں ہے وہاں میں نہیں۔
بوجھو تو بچوں میں کون ہوں .... ؟

(جواب) "آنکھ مچولی"

آؤ ملائیں ہاتھ

محمد علی ، پندرہ سال
جماعت دہم ، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
بڑے ہوکر وکیل بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون ، سب ہی پسند ہیں
مکان نمبر ۱۲، گلی نمبر ۲۹ اے ، انگوری سینما ، باغبانپورہ لاہور

وقاص مسعود ، چودہ سال
جماعت نہم ، مشغلہ ماچس جمع کرنا
بڑے ہوکر انجینئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون ، اردو
گورنمنٹ ہائی اسکول جہانیاں منڈی ، ——— پنجاب

شاہد علی ، چودہ سال
جماعت نہم ، مشغلہ قلمی دوستی
بڑے ہوکر وکیل بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون ، انگریزی
مکان نمبر ۲۸۸ ، گول چوک ، ملت کالونی ، فیصل آباد

محمد رفیق ، بارہ سال
جماعت پنجم ، مشغلہ کہانیاں جمع کرنا
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون ، اردو
مکان نمبر ۲ جمال الدین افغانی روڈ ، شریف آباد کراچی ۵

محمد حسین ، سولہ سال
جماعت دہم ، مشغلہ مطالعہ کورس
بڑے ہوکر کرکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون ، حساب
لیاقت اشرف کالونی ——— حیدرآباد

خلیل انجم ، بارہ سال
جماعت ہفتم ، مشغلہ قلمی دوستی
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون ، سائنس
گورونانک پورہ ، مکان نمبر پی/۳۵۴ گلی نمبر ۳ فیصل آباد

محمد ندیم بھاٹی، گیارہ سال
جماعت، چہارم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، حساب
بی/۲/۴۴، دارالسلام اپارٹمنٹ بلاک ایم نارتھ ناظم آباد، کراچی

جہانگیر افسر، بارہ سال
جماعت، ہفتم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر آرمی آفیسر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، حساب
معرفت کمانڈر ۴۹۵، انجینئر گروپ، مظفر آباد

محمد انور عابد، تیرہ سال
جماعت، چہارم، مشغلہ، رسائل پڑھنا
بڑے ہو کر حیوانات کا ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
معرفت بشیر احمد فروٹ مرچنٹ، دکان نمبر ۴ سبزی منڈی تربت

بخت زادہ خان، چودہ سال
جماعت، سوئم، مشغلہ، کھیل کود
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
سادات پبلک اسکول، شب قدر فورٹ، تحصیل چارسدہ

طارق احسان، پندرہ سال
جماعت، ہشتم، مشغلہ، مطالعہ کرنا
بڑے ہو کر انجینئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
انگارہ گوٹھ، لیاقت آباد ——— کراچی نمبر ۱۹

محمد آصف، تیرہ سال
جماعت، ہشتم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
آصف فلور ملز، نزد بس اسٹاپ نوکوٹ، سندھ

سلمان حیدر، بارہ سال
جماعت، ہفتم، مشغلہ، ٹکٹ جمع کرنا
بڑے ہو کر کیا بنوں گا، ابھی کچھ نہیں سوچا
پسندیدہ مضمون، عربی
سی پی او ۲/۴ ایس آر ای تھری ڈالمیا، ——— کراچی ۱۲

محمد ایاز سرور، تیرہ سال
جماعت، ہفتم، مشغلہ، کھیل کود
بڑے ہو کر فوجی افسر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگلش
جے ایم اے اسکول، شاہراہ لیاقت ——— کراچی

عبدالرحیم، بارہ سال
جماعت، ہفتم، مشغلہ، قلمی دوستی
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
معرفت عبدالغفار، ناگوری فلور مل، جھڈو، سندھ

کامران مجید، نو سال
جماعت، چہارم، مشغلہ، ہاکی کھیلنا
بڑے ہو کر انجینئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، ریاضی
عبدالمجید فلیٹ نمبر ۱۱۴ چھوٹی منزل، سولجر بازار، کراچی

کامران سلیم ، بارہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ، سکے جمع کرنا
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی
۱۳/۱۳۱، ۵/جی نیو کراچی، سندھی ہوٹل ، ــــ کراچی

ظہیر محمد ، بارہ سال
جماعت پنجم، مشغلہ، سکے جمع کرنا،
بڑے ہو کر فوجی بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
اے/۱۴ مکان نمبر ۵/۱۰، لانڈھی نمبر ۴ ــــ کراچی ۳۰

منیر احمد فاضل، چودہ سال
جماعت، ہشتم، مشغلہ، کتابیں جمع کرنا
بڑے ہو کر پولیس آفیسر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری، لال قلعہ، برڈ ووڈ روڈ ، لاہور

اعجاز حاجی، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر انجینیر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
۹ پنجاب مینشن، اے ایم نمبر ۳، شاہراہ لیاقت کراچی

جنید احمد ، تیرہ سال
جماعت، ہشتم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر انجینیر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
ای/۱۹۱ سٹلائیٹ ٹاؤن ــــ راولپنڈی

محمد اسلم مینا ، سترہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، کتب پڑھنا
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
۸۹، محلہ محمد نگر، معرفت خوشحال کریانہ اسٹور، لانڈھی، کراچی

عبدالحق، گیارہ سال
جماعت، ہفتم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، سائنس
ای/۱۹۱ سٹلائیٹ ٹاؤن ــــ راولپنڈی

ذاکر الدین، پندرہ سال
جماعت ششم، مشغلہ، ٹکٹ جمع کرنا
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔
پسندیدہ مضمون، اردو
مکان نمبر ایچ ۲۹-۱۱، لیاقت مارکیٹ، ملیر کراچی

شیخ حماد اقبال ، پندرہ سال
جماعت، دہم، مشغلہ، قلمی دوستی
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، حساب
سی/۱۴ ۔ زبیری کالونی، منگھو پیر روڈ، ــــ کراچی ۱۶

عاطف علی، گیارہ سال
جماعت ششم، مشغلہ، ہاکی کھیلنا
بڑے ہو کر کرنل بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، سائنس
اے/۱۷۱ آئی بلاک، نارتھ ناظم ــــ کراچی ۳۳

ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

آپ کا بچہ امتحان میں کامیاب ہو گیا مبارک ہو۔

یہ کامیابی ایک طرف جہاں آپ اور آپ کے بچے کے لیے ایک اچھی خبر ہے وہیں دوسری طرف "تعلیمی اخراجات" کے حوالے سے قدرے تکلیف دہ بھی۔ نئی کلاس کے لیے نئی نصابی کتب کی خریداری کا مالی بوجھ سب کے لیے تو نہیں لیکن والدین کی بہت بڑی اکثریت کے لیے خاصی بڑی پریشانی ہے۔ بچہ جوں جوں آگے بڑھتا جائے گا۔ اس کی کتب اور مالی بوجھ میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا اور پھر جن والدین کے ایک سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی پریشانی کا اندازہ وہ ہی کر سکتے ہیں ..... ایسے میں کچھ تجاویز ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر والدین سنجیدگی سے اس موضوع پر سوچیں اور ذمہ داری سے ان ہدایات پر عمل بھی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ بہت بڑے پیمانے پر ان کے مثبت نتائج سامنے نہ آئیں یہ نتائج "قومی بچت" اور "فروغ علم" کی صورت میں سامنے آ سکتے ہیں۔

۱:۔ نئی کتب کے مقابلے میں پرانی مگر اچھی حالت میں کتب خریدنے کو ترجیح دیں اس سے ایک طرف جہاں آپ کو مالی فائدہ ہو گا۔ وہیں دوسری طرف اس بچے کی مالی معاونت بھی ہو جائے گی جس سے آپ نے کتب خریدیں۔

۲:۔ اپنے بچے کو سمجھائیں کہ نئی کتب بھی چند روز میں پرانی ہو جاتی ہیں اور یوں بھی اصل اہمیت اس علم کی ہے جو کتاب کے اندر موجود ہے کتاب کا نیا پن یا پرانا ہونا زیادہ اہمیت کی بات نہیں۔

۳:۔ ممکن ہو تو بچے کو کتب جلد کروا کر ورنہ کاغذ یا اخبار چڑھا کر دیں تاکہ ان کی حفاظت ہو اور وہ آئندہ سال بھی کسی کے کام آ سکیں۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً کتب کا معائنہ بھی کرتے رہیں کہ کہیں بچہ انہیں خراب یا گندا تو نہیں کر رہا۔

۴:۔ آپ کے اپنے گھر میں اگر ایک سے زیادہ بچے پڑھ رہے ہیں تو کوشش کریں کہ ان کی کتابیں ہر سال ایک دوسرے کے کام آ جائیں۔

۵:۔ نوٹ بکس کے بچے ہوئے صفحات پہلے علیحدہ کر لیں پھر اگر ممکن ہو تو جلد ساز سے جتنی نوٹ بکس ممکن ہوں وہ بنوا لیں ورنہ رف کام کے لیے نوٹ بکس گھر میں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔

۶:۔ اگر آپ کے مالی حالات اچھے ہیں اور آپ نئی کتابیں ہی خریدنا چاہتے ہیں تو پرانی کتب کو ردی میں نہ پھینک دیجئے بلکہ تلاش کر کے کسی ایسے بچے کی مدد کر دیں۔ جس کی مالی استطاعت کمزور ہے۔ اس مقصد کے لیے کچھ ادارے اور تنظیمیں بھی فعال ہیں ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔

رسیلی سُپَاری
وہ لُطف جو آپ بار بار چاہیں....
.....یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک
اس کے خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے۔
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک
منفرد اور خوشگوار ذائقہ عطا کیا جاتا ہے اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند
کرکے اِسے رسیلی کا نام دیا جاتا ہے۔
RASILY
شالیمار فوڈ پروڈکٹس

"جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم"
بالکل ایسے ہی
گرمیوں کی حدّت میں ٹھنڈے اور شیریں احساس
کا
ایک حسین نام
نورس
قومی مشروب
اب عوامی پیک میں بھی دستیاب ہے
Naurus
نورس